بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

سُبْحَانَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَاؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ

مختصر اور جامع تفسیری نکات

تذکیر بالقرآن

Reflections from Qur'an

قرآن مجید کی منتخب آیات کی تفسیر

A Summary of Qur'anic Teachings

Part – 6

English - Urdu

حافظ محمد ابو بکر سجاد علوی (خطیب لندن)

Seymour Road

London,

United Kingdom

Telephone: +44 7853099327

پارہ – 6

قرآن مجید کا چھٹا پارہ سورہ النساء کی آیات 148 تا 176 اور سورۃ المائدہ کی پہلی 82 آیات پر مشتمل ہے۔

اہم تفسیری نکات

پہلا رکوع: لَا يُحِبُّ اللهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْءِ مِنَ الْقَوْلِ۔۔۔ (النساء۔148)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

اس رکوع کا پہلا حصہ پانچویں پارے کے آخر میں گذر چکا ہے جس میں منافقین کی بداعمالیاں، منافق کی نماز، ایمان میں تذبذب اور کنفیوژن، توبہ، اصلاح، دین پر استقامت، اخلاص، ایمان و شکر کا ذکر کیا گیا تھا: مَا يَفْعَلُ اللهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ۔

اس رکوع کے دوسرے حصے یعنی چھٹے پارے کا آغاز اصلاح معاشرہ کے اصول سے شروع ہوتا ہے، شکایت کی اہمیت، مظلوم کی پکار کی اہمیت، تطہیر معاشرہ کا اسلامی اصول: تزکیہ نفس و تزکیہ معاشرہ یعنی انفرادی و اجتماعی اصلاح، پر اعتماد ماحول کیلئے فرد اور نظم دونوں کی اصلاح ضروری ہے، اللہ کے وسیع علم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا کہ تمہارا ہر عمل اللہ کی نظر میں ہے، بھلائی کا اظہار کرو یا پوشیدہ رکھو، یا کسی کی غلطی معاف کرو سب اللہ کے علم میں ہے، مسلمانوں کو اعلیٰ ترین اخلاق اپنانے کی تعلیم، برائیوں سے در گزر کرنے والا، متحمل مزاج، حلیم، بردبار اور وسیع الظرف ہونا چاہیئے۔ منافقین کو منفی پروپیگنڈے سے روکا گیا اور جزوی ایمان (نومن ببعض ونکفر ببعض) کی مذمت بیان کی گئی۔ تمام رسولوں کا ادب و احترام اور ان پر ایمان ضروری ہے، مسلمان رسولوں کے درمیان تفریق نہیں کرتے یعنی ان کو ایک دوسرے سے الگ نہیں سمجھتے۔ رکوع کے آخر میں اللہ کے دو اسماء حسنیٰ غفور اور رحیم کا ذکر ہے۔

شکایت کی اہمیت

مظلوم کی پکار کی اہمیّت

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا۔ (النساء۔148)

اللہ اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ کوئی کسی کو علانیہ برا کہے مگر وہ جو مظلوم ہو اور اللہ بڑا سننے والا، بڑا جاننے والا ہے۔

Victim's Complain!

Allah does not like negative thoughts to be voiced—except by those who have been wronged. Allah is All-Hearing, All-Knowing. (4:148)

مظلوم کو فریاد کا حق ہے۔

ان آیات میں اصلاح معاشرہ کا قرآنی اصول مربیانہ انداز اپناتے ہوئے بیان کیا گیا۔

پہلی آیت اور دوسری آیت میں دنیا سے ظلم وستم کے مٹانے کے سلسلے میں اصولی ہدایات دی گئیں ہیں۔ یہ ہدایات ترغیب و ترہیب کے انداز میں دراصل اسلام کا ایک قانون ہے جس میں ایک طرف تو اس کی اجازت دی گئی ہے کہ جس شخص پر کوئی ظلم کرے تو مظلوم کو اپنے اوپر ہونے والے ظلم کی شکایت، یا عدالتی چارہ جوئی کی اجازت ہے، جو عین عدل وانصاف کا تقاضا اور انسداد جرائم کا ایک ذریعہ ہے لیکن اس کے ساتھ ایک قید بھی قرآن میں دوسری جگہ سورۃ نحل کی آیت میں مذکور ہے: وان عاقبتم فعاقبوا بمثل ماعوقبتم بہ ولئن صبرتم لھو خیر للصابرین۔ یعنی اگر کوئی شخص تم پر ظلم کرے تو تم بھی اس سے ظلم کا بدلہ لے سکتے ہو، مگر شرط یہ ہے کہ جتنا ظلم وتعدی اس نے کیا ہے بدلہ میں اس سے زیادتی نہ ہونے پائے، ورنہ تم ظالم ہو جاؤ گے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ظلم کے جواب میں ظلم کی اجازت نہیں بلکہ ظلم کا بدلہ انصاف سے ہی لیا جاسکتا ہے، اسی کے ساتھ یہ بھی ہدایت ہے کہ بدلہ لینا اگرچہ جائز ہے مگر صبر کرنا اور درگذر کر دینا بھی اعلیٰ درجہ کی اخلاقی صفات ہیں۔

کسی کے اندر برائی دیکھو تو اس برائی کا چرچا نہ کرو بلکہ تنہائی میں اس کو سمجھاؤ۔ البتہ ظالم کے ظلم کو لوگوں کے سامنے بیان کیا جا سکتا ہے۔ جس سے ایک فائدہ یہ متوقع ہے کہ شائد وہ ظلم سے باز آجائے اور اس کی تلافی کرے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ دوسرے لوگ اس سے محفوظ رہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عباس اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کو دوسرے کو بد دعا دینا جائز نہیں، ہاں جس پر ظلم کیا گیا ہو اسے اپنے ظالم کو بد دعا دینا جائز ہے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ بد دعا نہیں کرنی چاہیے بلکہ یہ دعا کرنی چاہئے: اللھم اعنّی علیہ واستخرج حقی منہ۔ یا اللہ اس (ظالم) پر تو میری مدد کر اور اس سے میرا حق دلوا دے۔

اللہ ہر ظاہر و باطن نیکی کو جانتے ہیں

مسلمانوں کو اعلیٰ ترین اخلاقی اقدار اپنانے کی تعلیم

اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا۔

اگر تم کسی نیکی کو اعلانیہ کرو یا پوشیدہ کسی برائی سے درگزر کرو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور قدرت والا ہے۔ النساء۔149

Whether you reveal or conceal a good or pardon an evil—surely Allah is Ever-Pardoning, Most Capable. (4:149)

اس آیت میں مسلمانوں کو ایک نہایت بلند درجہ کی اخلاقی تعلیم دی گئی ہے۔ دشمنان اسلام اور اسلاموفوبیا کا شکار لوگ سب کے سب اس وقت ہر ممکن طریقہ سے اسلام کی راہ میں روڑے اٹکانے اور اس کی پیروی قبول کرنے والوں کو ستانے اور پریشان کرنے پر تلے ہوئے تھے۔ کوئی بد تر سے بد تر تدبیر ایسی نہ تھی جو وہ اسلام کے خلاف استعمال نہ کر رہے ہوں۔ اس پر مسلمانوں کے اندر نفرت اور غصہ کے جذبات کا پیدا ہونا ایک فطری امر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں اس قسم کے جذبات کا طوفان اٹھتے دیکھ کر فرمایا کہ بدگوئی پر زبان کھولنا تمہارے ربّ کے نزدیک کوئی پسندیدہ کام نہیں ہے۔ اس میں شک نہیں کہ تم مظلوم ہو اور اگر مظلوم ظالم کے خلاف بدگوئی پر زبان کھولے تو اسے حق پہنچتا ہے۔ لیکن پھر بھی افضل یہی ہے کہ خفیہ ہو یا اعلانیہ ہر حال میں بھلائی کیے جاؤ اور برائیوں سے درگزر کرو، کیونکہ تم کو اپنے اخلاق میں اللہ کے اخلاق سے قریب تر ہونا چاہیے۔ جس خدا کا قرب تم چاہتے ہو اس کی شان یہ ہے کہ نہایت حلیم اور بردبار ہے، سخت سے سخت مجرموں تک کو رزق دیتا ہے اور بڑے سے بڑے قصوروں پر بھی درگزر کیے چلا جاتا ہے۔ لہٰذا اس سے قریب تر ہونے کے لیے تم بھی عالی حوصلہ، متحمل مزاج، بردبار اور وسیع الظرف بنو۔

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: صدقے اور خیرات سے کسی کا مال گھٹتا نہیں۔ عفو ودرگذر کرنے اور معاف کردینے سے اللہ تعالیٰ اور عزت بڑھاتا ہے اور جو شخص اللہ کے حکم سے تواضع، فروتنی اور عاجزی اختیار کرے اللہ اس کا مرتبہ اور توقیر مزید بڑھادیتا ہے۔ (مسلم)

اس آیت میں اصل مقصد تو ظلم کے معاف کرنے سے متعلق ہے، مگر اس کے ساتھ علانیہ اور خفیہ نیکی کا بھی ذکر فرما کر اس طرف اشارہ کردیا کہ یہ عفو ودرگزر ایک بڑی نیکی ہے جو اس کو اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مستحق ہوجائے گا۔

تمام رسولوں کا ادب واحترام اور ان پر ایمان ضروری ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا۔ (النساء۔150)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ کوئی درمیانی راہ نکال لیں۔

As for those who ignore God and His messengers and want to make a distinction between them, saying, 'We believe in some but not in others,' desiring to forge a compromise. (4:150)

اس آیت میں یہ نکتہ بیان کیا گیا کہ تمام انبیاء اور رسولوں پر ایمان ضروری ہے۔ کسی ایک نبی کا انکار تمام انبیاء کے انکار کے برابر ہے۔ کسی ایک نبی کی توہین تمام انبیاء کی توہین کی طرح ہے۔ لا نفرق بين احد من رسله

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اذا سلّمتم عليّ فسلّمو على المرسلين فانا رسول من المرسلين۔ جب تم مجھ پر سلام بھیجو تو تمام رسولوں پر بھی سلام بھیجو کیونکہ میں بھی رسولوں میں سے ایک رسول ہوں۔

Hadith: When you send Salam on me, send Salam on all the Messengers, for I am one of the Messengers. (Ibn Jarir)

تمام انبیاء ایک ہی دین کے علمبردار ہیں

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓىِٕكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ۭوَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔ (النساء-152)

اور جو لوگ اللہ اور اس کے تمام رسولوں کو مانیں، اور اُن کے درمیان تفریق نہ کریں (یعنی رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہ سمجھیں)، اُن کو ہم ضرور اُن کے اجر عطا کریں گے، اور اللہ بڑا درگزر فرمانے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

Faith in all Prophets

As for those who believe in Allah and His messengers—accepting all; rejecting none—He will surely give them their rewards. God is most forgiving and merciful. (4:152)

یہ ایمانداروں کا شیوہ بتایا گیا ہے کہ وہ سب انبیاء علیہم السلام پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ پہلے نبی آدمؑ سے لیکر آخری نبی محمد رسول اللہ ﷺ تک کسی بھی نبی کا انکار نہیں کرتے۔

دوسرا رکوع: يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا۔۔۔ (النساء-153)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

اس رکوع میں عقائد کی خرابی اور توہین انبیاء میں مبتلا لوگوں کو حقیقت کا آئینہ دکھایا گیا، محسوس معجزات کا مطالبہ (ارنا اللہ جھرۃ)، بعض اہل کتاب کی بداعمالیاں اور اللہ کی رحمت سے دوری کے اسباب، حکم سبت کی خلاف ورزی، عہد شکنی، احکامات الٰہی کی خلاف ورزی، آیات الٰہی کی تکذیب، قتل وتوہین انبیاء، دلوں کا غلاف (قلوبنا غلف)، ہدایت قبول کرنے میں ہچکچاہٹ، حضرت عیسیٰؑ اور امّ عیسیٰؑ کے بارے میں اسلامی عقائد وتصورات کی وضاحت، مریمؑ کی عظمت وعفت کا بیان، ان پر تہمت کی تردید، عیسیٰؑ کا رفع آسمانی (بل رفع اللہ الیہ)، سود خوری، دوسروں کا مال ناحق کھانا (واکلھم اموال الناس بالباطل) دنیا پرستی، حلال وحرام کا احترام، اہل کتاب کے اہل علم (الرّاسخون فی العلم) کی تعریف، ایمان دار لوگوں کی تعریف اور ان کیلئے اجر عظیم کا وعدہ۔

محسوس معجزات کا مطالبہ

يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا۔ (النساء۔153)

(اے محمدؐ) اہل کتاب تم سے مطالبہ کرتے ہیں کہ تم ان پر (ایک ہی دفعہ لکھی ہوئی) کتاب آسمان سے اتار لاؤ تو یہ موسیٰ سے اس سے بھی بڑی چیز مانگ چکے ہیں (ان سے) کہتے تھے ہمیں خدا ظاہر (یعنی آنکھوں سے) دکھا دو سو ان کے گناہ کی وجہ سے ان کو بجلی نے آ پکڑا۔ پھر انہوں نے بچھڑے کو اپنا معبود بنا لیا، حالانکہ یہ کھلی کھلی نشانیاں دیکھ چکے تھے تو اس سے بھی ہم نے درگزر کیا اور ہم نے موسیٰ کو صریح دلیل عنایت فرمائی۔

The People of the Scripture demand that you ⌜O Prophet⌝ bring down for them a revelation in writing from heaven. They demanded what is even greater than this from Moses, saying, "Make Allah visible to us!" So a thunderbolt struck them for their wrongdoing. Then they took the calf for worship after receiving clear signs. Still We forgave them for that ⌜after their repentance⌝ and gave Moses compelling proof. (4:153)

One of the odd demands which the People of Scripture made to the Prophet was that if he wanted them to accept his claim to prophethood he should have them witness a book descending from the heavens confirming his Prophethood. In other words, they demanded the Quran to be revealed all at once in written form similar to the Tablets of Moses.

بعض اہل کتاب نبی اکرم ﷺ سے جو عجیب عجیب مطالبے کرتے تھے ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ ہم آپ کی رسالت اس وقت تک تسلیم نہ کریں گے جب تک کہ ہماری آنکھوں کے سامنے آسمان سے ایک لکھی لکھائی کتاب نازل نہ ہو۔ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر گئے اور تختیوں پر لکھی ہوئی تورات لے کر آئے، اسی طرح آپ بھی آسمان پر جا کر لکھا ہوا قرآن مجید لے کر آئیں یا ہم میں سے ایک ایک شخص کے نام اوپر سے اس مضمون کی تحریر نہ آجائے کہ یہ محمدؐ ہمارے رسول ہیں، ان پر ایمان لاؤ۔

احکاماتِ الٰہی کی خلاف ورزی

حکم سبت کی خلاف ورزی، عہد شکنی، آیات الٰہی کی تکذیب، قتل وتوہین انبیاء

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ۭ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۔ (النساء-155)

آخر کار اِن کی عہد شکنی کی وجہ سے، اور اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا، اور متعدد پیغمبروں کو ناحق قتل کیا، اور یہاں تک کہا کہ ہمارے دل غلافوں میں محفوظ ہیں حالانکہ در حقیقت اِن کی باطل پرستی کے سبب سے اللہ نے اِن کے دلوں پر ٹھپہ لگادیا ہے اور اسی وجہ سے یہ بہت کم ایمان لاتے ہیں۔

˹They were condemned˺ for breaking their covenant, rejecting Allah's signs, Unjustly killing the prophets, and for saying, "Our hearts are unreceptive! (our minds are closed)"—it is Allah Who has sealed their hearts for their disbelief, so they do not believe except for a few— (4:155)

Their hearts are unreceptive because they claim they have enough knowledge already.

بعض اہل کتاب کی ان بد اعمالیوں کا بیان ہو رہا ہے جن کی وجہ سے وہ اللہ کی رحمت سے دور کر دیئے گئے:

1۔ اولاً ان کی عہد شکنی تھی کہ جو وعدے انہوں نے اللہ سے کئے ان پر قائم نہ رہے۔

2۔ دوسرے اللہ کی آیتوں یعنی حجت ودلیل اور نبیوں کے معجزوں سے انکار۔

3- تیسرے بلاوجہ، ناحق انبیاء کرام کا قتل اور ان کی توہین۔

4۔ چوتھا ان کا یہ خیال اور قول کہ ہمارے دل غلافوں میں ہیں یعنی پردے میں ہیں، جیسے قریش مکہ نے کہا تھا: وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ۔ (فصلت-5) یعنی اے نبی تیری دعوت سے ہمارے دل پردے میں ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے دل علم کے ظروف ہیں وہ علم وعرفان سے پہلے ہی پُر ہیں لہٰذا ہم مزید کوئی علم کی بات سننے کیلئے تیار ہی نہیں۔

اگلی دو آیات میں مزید دو گناہوں کا ذکر ہے:

5۔ مریم علیہ اسلام پر تہمت وَقَوْلِهِمْ عَلٰي مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا۔ (النساء-156)

حضرت عیسیٰؑ جس روز وہ پیدا ہوئے تھے اسی روز اللہ تعالیٰ نے پوری قوم کو اس بات پر گواہ بنادیا تھا کہ یہ غیر معمولی صفات کا حامل بچہ ہے جس کی ولادت معجزے کا نتیجہ ہے نہ کہ کسی اخلاقی جرم کا۔ جب بنی اسرائیل کے ایک شریف ترین اور مشہور و نامور مذہبی گھرانے کی بن بیاہی لڑکی گود میں بچہ لیے ہوئے آئی، اور قوم کے چھوٹے بڑے ہزاروں افراد اس کے گھر پر ہجوم کرکے آگئے، تو اس لڑکی نے ان کے سوالات کا جواب دینے کے بجائے خاموشی کے ساتھ اس نوزائیدہ بچے کی طرف اشارہ کردیا کہ یہ تمہیں جواب دے گا۔ مجمع نے حیرت سے کہا کہ اس بچہ سے ہم کیا پوچھیں جو گہوارے میں لیٹا ہوا ہے۔ مگر یکایک وہ بچہ گویا ہو گیا اور اس نے نہایت صاف اور فصیح زبان میں مجمع کو خطاب کرکے کہا کہ: اِنِّیْ عَبْدُ اللہِ، اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا۔ میں اللہ کا بندہ ہوں، اللہ نے مجھے کتاب دی ہے اور نبی بنایا ہے۔(سورۃ مریم رکوع 2)۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کی ہمیشہ کے لیے جڑ کاٹ دی تھی جو ولادت مسیح کے بارے میں پیدا ہو سکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے سن شباب کو پہنچنے تک کبھی کسی نے نہ حضرت مریمؑ پر زنا کا الزام لگایا، نہ حضرت عیسیٰ کو ناجائز ولادت کا طعنہ دیا۔ لیکن جب تیس برس کی عمر کو پہنچ کر آپ نے نبوت کے کام کی ابتدا فرمائی، اور جب آپ نے لوگوں کو ان کی بداعمالیوں پر ملامت کرنی شروع کی، علماء و فقہاء کو ان کی ریاکاریوں پر ٹوکا، ان کے عوام اور خواص سب کو اس اخلاقی زوال پر متنبہ کیا جس میں وہ مبتلا ہو گئے تھے، تو یہ بے باک مجرم صداقت کی آواز کو دبانے کے لیے ہر ناپاک سے ناپاک ہتھیار استعمال کرنے پر اتر آئے۔ اس وقت انہوں نے وہ بات کہی جو تیس سال تک نہ کہی تھی کہ مریم (علیہا السلام) معاذ اللہ زانیہ ہیں اور عیسیٰ ابن مریم ولد الزنا۔ حالانکہ یہ ظالم بالیقین جانتے تھے کہ یہ دونوں ماں بیٹے اس گندگی سے بالکل پاک ہیں۔ پس درحقیقت ان کا یہ بہتان کسی حقیقی شبہہ کا نتیجہ نہ تھا جو واقعی ان کے دلوں میں موجود ہوتا، بلکہ خالص بہتان تھا جو انہوں نے جان بوجھ کر محض حق کی مخالفت کے لیے گھڑا تھا۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے اسے ظلم اور جھوٹ کے بجائے کفر قرار دیا ہے کیونکہ اس الزام سے ان کا اصل مقصد اللہ کے دین کا راستہ روکنا تھا نہ کہ ایک بے گناہ عورت پر الزام لگانا۔

6۔ عیسیٰؑ کو نعوذ باللہ قتل کرنے کا دعویٰ۔ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ۔۔(النساء۔157)

بظاہر یہ بڑی عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ کوئی قوم کسی شخص کو نبی جانتے اور مانتے ہوئے اسے قتل کر دے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ بگڑی ہوئی قوموں کے انداز و اطوار ہوتے ہی کچھ عجیب ہیں۔ وہ اپنے درمیان کسی ایسے شخص کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتیں جو ان کی برائیوں پر انہیں ٹوکے اور ناجائز کاموں سے ان کو روکے۔ ایسے لوگ چاہے وہ نبی ہی کیوں نہ ہوں، ہمیشہ بدکردار قوموں میں قید اور قتل کی سزائیں پاتے ہی رہے ہیں۔ تلمود میں لکھا ہے کہ بخت نصر نے جب بیت المقدس فتح کیا تو وہ ہیکل سلیمانی میں داخل ہوا اور اس کی سیر کرنے لگا۔ عین قربان گاہ کے سامنے ایک جگہ دیوار پر اسے ایک تیر کا نشان نظر

آیا۔اس نے وہاں کے مذہبی رہنماؤں سے پوچھا یہ کیسا نشان ہے؟انہوں نے جواب دیا"یہاں زکریاؑ نبی کو ہم نے قتل کیا تھا۔وہ ہماری برائیوں پر ہمیں ملامت کرتا تھا۔آخر جب ہم اس کی ملامتوں سے تنگ آگئے تو ہم نے اسے مارڈالا"۔خود حضرت مسیحؑ کے واقعہ صلیب سے دوڈھائی سال پہلے ہی حضرت یحییٰؑ کا معاملہ پیش آچکا تھا۔جب انہوں نے ہیرودیس(ریاست کے سربراہ)کے دربار کی برائیوں پر تنقید کی تو اسے برداشت نہ کیا گیا۔پہلے جیل بھیجے گئے،اور پھر ایک جھوٹے الزام میں ان کا سر قلم کر دیا گیا۔بنی اسرائیل کی قتل انبیاءؑ کی تاریخ کو دیکھتے ہوئے یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے کہ انہوں نے اپنے زعم میں مسیح کو سولی پر چڑھانے کے بعد سینے پر ہاتھ مار کر کہا ہو ہم نے اللہ کے رسول کو قتل کیا ہے۔(نعوذباللہ)

ان کے ان مندرجہ بالا گناہوں کے نتیجے میں فرمایا گیا کہ اب ان کے دل انکار و سرکشی اور کمی ایمان پر ہی رہیں گے۔

عیسٰیؑ کا آسمان پر اٹھایا جانا

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ۔

حالانکہ فی الواقع انہوں نے نہ اس کو قتل کیا نہ صلیب پر چڑھایا بلکہ معاملہ ان کے لیے مشتبہ کر دیا گیا۔النساء۔157

But they neither killed nor crucified him—it was only made to appear so.

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔

بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔النساء۔158

Rather, Allah raised him up to Himself. And Allah is Almighty, All-Wise.

This is an established view that a conspiracy was made to kill Jesus, Allah made the main culprit who betrayed Jesus look exactly like Jesus, then he was crucified in Jesus' place. Jesus was raised safe and sound to the heavens. We as Muslims also believe in the second coming of Jesus (PBUH).

یہ اس معاملہ کی اصل حقیقت ہے جو اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے۔اس میں جزم اور صراحت کے ساتھ جو چیز بتائی گئی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ کو قتل کرنے کی ناپاک سازش کامیاب نہیں ہوئی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی طرف اٹھالیا۔اب رہا یہ سوال کہ اٹھالینے کی کیفیت کیا تھی،تو اس کے متعلق کوئی تفصیل قرآن میں نہیں بتائی گئی۔

یہ آیت نص صریح ہے اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت عیسیٰؑ کو زندہ آسمان پر اٹھالیا تھا۔ متواتر احادیث سے بھی یہ بات ثابت ہے۔ان احادیث میں آسمان پر اٹھائے جانے کے علاوہ قیامت کے قریب ان کے نزول کا اور دیگر بہت سی باتوں کا بھی تذکرہ ہے۔

اہل کتاب کے ایماندار لوگوں کی تعریف

لٰکِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا۔ (النساء۔162)

لیکن ان میں سے جو پختہ علم رکھنے والے ہیں اور ایماندار ہیں وہ سب اُس تعلیم پر ایمان لاتے ہیں جو آپ کی طرف نازل گیا اور جو آپ سے پہلے نازل ہوا اور نمازوں کو قائم رکھنے والے ہیں اور زکوٰۃ کے ادا کرنے والے ہیں اور اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والے ہیں یہ ہیں جنہیں ہم بہت بڑے اجر عطا فرمائیں گے۔ النساء۔162

Praise for the pious among People of Scripture!

But those of them well-grounded in knowledge, the faithful ˹who˺ believe in what has been revealed to you ˹O Prophet˺ and what was revealed before you—˹especially˺ those who establish prayer—and those who pay Zakaat and believe in Allah and the Last Day, to these ˹people˺ We will grant a great reward. (4:162)

Those well acquainted with the true teachings of the Scriptures, and whose minds are free from prejudice, obduracy, blind imitation of their forefathers, will be disposed to follow those teachings. Their attitude is bound to be altogether different from the general attitude of those apparently immersed in unbelief and transgression. Such people realize, even at first glance, that the Qur'anic teaching is essentially the same as that of the previous Prophets, and hence feel no difficulty in affirming it.

یعنی پچھلی آیات کے اندر جتنے گناہ یا جرائم بیان کئے گئے ان سب گناہوں کے مرتکب سب اہل کتاب نہیں تھے بلکہ ان میں مخصوص لوگ تھے۔ عمومی حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ بھی کتب آسمانی کی حقیقی تعلیم سے واقف ہیں اور ہر قسم کے تعصب، جاہلانہ ضد، آبائی تقلید اور نفس کی بندگی سے آزاد ہو کر اس امرِ حق کو سچے دل سے مانتے ہیں جس کا ثبوت آسمانی کتابوں سے ملتا ہے، ان کی روش عام روش سے بالکل مختلف ہے۔ ان کو بیک نظر محسوس ہو جاتا ہے کہ جس دین کی تعلیم پچھلے انبیاء نے دی تھی اسی کی تعلیم قرآن دے رہا ہے، اس لیے وہ بے لاگ حق پرستی کے ساتھ دونوں پر ایمان لے آتے ہیں۔

آیت میں جن حضرات کے لئے اجر کامل کا وعدہ ہے وہ ان کے ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھ متصف ہونے کی وجہ سے ہے اور جہاں تک نفس نجات کا تعلق ہے وہ عقائد ضروریہ کی تصحیح پر موقوف ہے، بشرطیکہ خاتمہ بالایمان کی سعادت نصیب ہو۔

تیسرا رکوع: اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ۔۔۔ (النساء۔163)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

تمام انبیاء ایک ہی دین اور پیغام کے علمبردار، تعداد انبیاء: کل کتنے انبیاء اور رسول بھیجے گئے؟ شہرت اور ناموری کے بغیر نیک کام کرتے رہو، بعثت انبیاء اتمام حجت کیلئے تھی، تمام انسانیت کو خطاب (یاایھاالناس قد جاء کم الرّسول بالحق)، دین میں غلو نہ کرو (لا تغلو فی دینکم)، دین کی معتدل تعلیمات، رواداری، تحمل کی اقدار کا فروغ، مبالغہ آرائی، انتہاپسندی سے اجتناب، دین و دنیا دونوں میں اعتدال، تشدد فی الدین کی وجوہات، امت مسلمہ میں غلو اور اس کے اسباب، اللہ کی طرف غلط باتیں منسوب نہ کرو (ولا تقولو علی اللہ الّا الحق)، عیسیٰؑ محض اللہ کے رسول تھے، عیسیٰؑ کے کلمۃ اللہ اور روح اللہ ہونے کا مطلب، درس توحید کا اعادہ (انما اللہ الٰہ واحد)، کارسازی کیلئے اللہ کافی ہے (وکفیٰ باللہ وکیلا)۔

تمام انبیاءؑ ایک ہی دین اور پیغام کے علمبردار،

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا۔ (النساء۔163)

اے محمدؐ! ہم نے تمہاری طرف اُسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوحؑ اور اس کے بعد کے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی ہم نے ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور اولاد یعقوبؑ، عیسیٰؑ، ایوبؑ، یونسؑ، ہارونؑ اور سلیمانؑ کی طرف وحی بھیجی ہم نے داؤدؑ کو زبور دی۔ (النساء۔163)

Indeed, We have sent revelation to you ˹O Prophet˺ as We sent revelation to Noah and the prophets after him. We also sent revelation to Abraham, Ishmael, Isaac, Jacob, and his descendants, ˹as well as˺ Jesus, Job, Jonah, Aaron, and Solomon. And to David We gave the Psalms. (4:163)

This emphasizes that Prophet Muhammad (peace be on him) did not introduce new religion and that his essential message was no different from the earlier revelations. What Muhammad (peace be on him) expounded was the same truth which had previously been expounded by the earlier Prophets in various parts of the world and at different periods of time.

حضرت نوحؑ کے بعد جو انبیاء ہوئے ہیں انہیں بالاجمال ذکر کر کے ان میں سے جو اولوالعزم اور جلیل القدر انبیاء ہیں ان کا بطور خاص بھی ذکر کر دیا گیا، جس سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ یہ سب انبیاء ہیں۔ انبیاء کے پاس مختلف طریقوں سے وحی آتی ہے، کبھی فرشتہ پیغام لے کر آتا ہے کبھی لکھی ہوئی کتاب مل جاتی ہے، کبھی اللہ تعالیٰ براہ راست اپنے رسولوں سے بات کرتے ہیں، غرض جس طریقہ سے بھی وحی آجائے اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے، لہٰذا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ توراۃ کی طرح لکھی ہوئی کتاب نازل ہوگی تو مانیں گے ورنہ نہیں، یہ لکھی لکھائی کتاب کے نزول کا مطالبہ ایک عجیب مطالبہ ہے۔

اس آیت سے یہ بتانا مقصود ہے کہ محمد ﷺ کوئی انوکھی چیز لے کر نہیں آئے ہیں جو پہلے نہ آئی ہو۔ ان کا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ میں دنیا میں پہلی مرتبہ ایک نئی چیز پیش کر رہا ہوں۔ بلکہ دراصل ان کو بھی اسی ایک منبع علم سے ہدایت ملی ہے جس سے تمام پچھلے انبیاء کو ہدایت ملتی رہی ہے، اور وہ بھی اسی ایک صداقت و حقیقت کو پیش کر رہے ہیں جسے دنیا کے مختلف گوشوں میں پیدا ہونے والے پیغمبر ہمیشہ سے پیش کرتے چلے آئے ہیں۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

الْاَنْبِيَاء اِخوَةٌ لعلّاتٍ اُمَّهٰتُهُمْ شَتّٰى وَدِيْنهم وَاحِدٌ۔۔

تمام انبیاء آپس میں علّاتی بھائیوں کی طرح ہیں اگرچہ انکی مائیں مختلف ہیں مگر دین سب کا ایک ہی ہے۔ (بخاری و مسلم)

Hadith: The Prophets are like paternal brothers; their mothers are different, but their religion is one. (Bukhari, Muslim)

تعـــداد انبیاء: کل کتنے انبیاءؑ اور رسولؑ بھیجے گئے؟

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ ۔۔۔ (النساء۔164)

اور بہت سے پیغمبر ہیں جن کے حالات ہم تم سے پیشتر بیان کر چکے ہیں اور بہت سے پیغمبر ہیں جن کے حالات تم سے بیان نہیں کئے۔النساء۔164

There are messengers whose stories We have told you already and others We have not. And to Moses Allah spoke directly.

جن نبیوں اور رسولوں کے اسمائے گرامی اور ان کے واقعات قرآن کریم میں بیان کیے گئے ہیں ان کی تعداد 24 یا 25 ہے۔

جن انبیاء ورسل کے نام اور واقعات قرآن میں بیان نہیں کئے گئے، ان کی تعداد کتنی ہے؟ ایک حدیث میں ایک لاکھ 24 ہزار اور ایک حدیث میں 8 ہزار تعداد بتلائی گئی ہے۔

حـــدیث: حضرت ابو ذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء بھیجے ہیں جن میں سے تین سو تیرہ اصحاب شریعت رسول تھے۔(قرطبی)

آپ سے پہلے کتنے نبی آئے؟ ان کی صحیح تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ بالآخر یہ سلسلہ نبوت حضرت محمد ﷺ پر ختم فرمادیا گیا۔

شہـــرت اور ناموری کے بغیـــر نیک کام کرتے رہو

اس آیت میں یہ سبق دیا گیا کہ ایک مسلمان کو مصنوعی شہرت کے پیچھے نہیں پڑھنا چاہئے۔ ہمیں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ کامیابی کیلئے ضروری نہیں کہ انسان کا نام ہو اور تاریخ میں اس کے تذکرے ہوں۔ بہت سے انبیائے کرام ایسے بھی گذرے ہیں جن کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا حالانکہ وہ دنیا و آخرت میں اعلیٰ درجے کے کامیاب ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ورسلاً لم نقصصهم عليك۔ اور بہت سے رسول ایسے ہیں جن کے واقعات ہم نے آپ کو نہیں سنائے۔(النساء۔164) لہٰذا اپنے تذکرے اور نام کی پرواہ کئے بغیر کام کرتے رہیں۔

قرآن مجید میں دوسرے مقام پر جھوٹی شہرت اور جھوٹی تعـــریف کی مذمت بھی بیان کی گئی۔ فرمایا گیا:

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَ لِيْمٌ۔ (آل عمران۔188)

وہ لوگ جو اپنے مصنوعی اعمال پر خوش ہیں اور چاہتے ہیں کہ جو کام انہوں نے نہیں کیے ان پر بھی ان کی تعریف وستائش کی جائے۔ آپ انہیں ہرگز عذاب سے نجات پانے والا نہ سمجھیں، ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔(آل عمران۔188)

اس آیت میں ایسے لوگوں کے لئے سخت وعید ہے جو اپنے کارناموں پر خوش ہی نہیں ہوتے بلکہ چاہتے ہیں کہ ان کے کھاتے میں وہ کارنامے بھی درج یا ظاہر کئے جائیں جو انہوں نے نہیں کئے ہوتے۔ یہ بیماری جس طرح عہد رسالت کے بعض لوگوں میں تھی جن کیلیئے اس آیت کا نزول ہوا، اسی طرح آج بھی جھوٹی شہرت کے طلبگار، جاہ پسند قسم کے لوگوں اور پروپیگنڈے کے ذریعے سے بننے والے لیڈروں میں یہ بیماری عام ہے، چاہے وہ سیاسی رہنما ہوں یا مذہبی رہنما مثلاً وہ اپنی تعریف میں یہ سننا چاہتے ہیں کہ وہ قوم کے ساتھ بڑے مخلص ہیں، بڑے متقی ہیں، دیندار اور پارسا ہیں خادم دین ہیں، حامی شرع متین ہیں، مصلح ومزکی ہیں، حالانکہ حقیقت میں وہ کچھ بھی نہیں یا وہ اپنے حق میں یہ ڈھنڈورا پٹوانا چاہتے ہیں کہ فلاں سیاسی لیڈر بڑے ایثار پیشہ، مخلص اور دیانت دار رہنما ہیں اور انہوں نے قوم وملت کی بڑی خدمت کی ہے۔ حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ آج کے سوشل میڈیا کے دور میں یہ بیماری اور بھی بڑھ چکی ہے۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ کا ایک صفاتی نام الشکور بھی ہے یعنی وہ قدردان ذات ہے۔ وہ اپنے بندوں کی قدر کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اپنے بندے کی قدردانی اور حوصلہ افزائی فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بعض دفعہ اپنے بندے کے تھوڑے عمل پر بھی راضی ہو جاتے ہیں اور اس کی بخشش فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی حوصلہ افزائی کیلیئے اس کو ایک نیکی کرنے پر کم از کم دس نیکیوں کا اجر وثواب عطا فرماتے ہیں، یہی نہیں بلکہ نیک اعمال کرنے پر گناہ بھی معاف فرماتے ہیں۔ یقین رکھیۓ! وہ قدردان ذات آپ کی محنت اور کام کو دیکھ رہی ہے، لہٰذا اسی سے اجر کی امید رکھیں دنیاوالوں کی جھوٹی تعریف کے پیچھے نہ پڑھیں۔

بعثت انبیاءؑ اتمام حجت کیلیئے تھی

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ وَكَانَ اللهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا۔ (مائدہ۔165)

یہ سارے رسول خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے تھے تاکہ اُن کو مبعوث کر دینے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلہ میں کوئی حجت نہ رہے اور اللہ بہر حال غالب رہنے والا اور حکیم ودانا ہے۔

No excuse after coming of Prophets!

Messengers who gave good news as well as warning, that mankind, after (the coming) of the messengers, should have no excuse before Allah: For Allah is Exalted in Power, Wise. (4:165)

God's purpose in sending the Prophets was to establish His plea against mankind. God did not want criminals/sinners to have any basis on which to plead that their actions were done in ignorance. Prophets were therefore sent to all parts of the world, and many Scriptures were revealed. These Prophets communicated knowledge of the Truth to large sections of people and left behind Scriptures which have guided human beings in all ages. If anyone falls a prey to error, in spite of all this, the blame does not lie with God or the Prophets. The blame lies rather with those who have spurned God's message even after having received it, and with those who knew the Truth but failed to enlighten others e.g., those did not do Da'wah work.

یعنی نبوت کا یہ سلسلہ ہم نے اس لئے قائم فرمایا کہ کسی کے پاس یہ عذر باقی نہ رہے کہ ہمیں تو تیرا پیغام پہنچا ہی نہیں۔ جس طرح دوسرے مقام پر فرمایا۔ اگر ہم ان کو پیغمبر (کے بھیجنے سے) پہلے ہی ہلاک کر دیتے تو وہ کہتے اے ہمارے پروردگار تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا کہ ہم ذلیل و رسوا ہونے سے پیشتر تیری آیات کی پیروی کر لیتے۔ تمام پیغمبروں کے بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نوع انسانی پر اتمام حجت کرنا چاہتا تھا، تا کہ آخری عدالت کے موقع پر کوئی گمراہ مجرم اس کے سامنے یہ عذر پیش نہ کر سکے کہ ہم ناواقف تھے اور آپ نے ہمیں حقیقت حال سے آگاہ کرنے کا کوئی انتظام نہیں کیا تھا۔ اسی غرض کے لیے اللہ نے دنیا کے مختلف گوشوں میں پیغمبر بھیجے اور کتابیں نازل کیں۔ ان پیغمبروں نے انسانوں تک حقیقت کا علم پہنچا دیا اور اپنے پیچھے کتابیں چھوڑ گئے جن میں سے کوئی نہ کوئی کتاب انسانوں کی رہنمائی کے لیے ہر زمانہ میں موجود رہی ہے۔ اب اگر کوئی شخص گمراہ ہوتا ہے تو اس کا الزام اللہ پر اور اس کے پیغمبروں پر عائد نہیں ہوتا بلکہ یا تو خود اس شخص پر عائد ہوتا ہے کہ اس تک پیغام پہنچا اور اس نے قبول نہیں کیا، یا ان لوگوں پر عائد ہوتا ہے جن کو ہدایت کاراستہ معلوم تھا مگر انہوں نے اللہ کے بندوں کو گمراہی میں مبتلا دیکھا تو انہیں آگاہ نہ کیا یعنی دعوت و تبلیغ کا کام نہیں کیا۔

تمام انسانیت کو خطاب

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا۔ (النساء۔170)

اے لوگو! تمہارے پاس پروردگار کی طرف سے رسول حق لے کر آگیا ہے۔ لہٰذا اس پر ایمان لے آؤ اسی میں تمہاری بھلائی ہے اور اگر انکار کروگے تو جان لو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ کا ہے اور اللہ علم والا اور حکمت والا ہے۔ النساء۔170

O Mankind! The Messenger has certainly come to you with the truth from your Lord, so believe for your own good. But if you disbelieve, then ˹know that˺ to Allah belongs whatever is in the heavens and the earth. And Allah is All-Knowing, All-Wise.

حدیث قدسی: اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

اے میرے بندو! اگر تمہارے اوّل و آخر تمام انسان اور جن اس ایک آدمی کے دل کی طرح ہو جائیں جو تم میں سب سے متقی ہے تو اس سے میری بادشاہی میں اضافہ نہیں ہو گا۔ اور اگر تمہارے اول و آخر، انس و جن اس آدمی کے دل کی طرح ہو جائیں جو تم میں سب سے بڑا نافرمان ہے تو اس سے میری بادشاہی میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔

اے میرے بندو! اگر تم سب ایک میدان میں جمع ہو جاؤ اور مجھ سے سوال کرو اور میں ہر انسان کو اس کے سوال کے مطابق عطا کروں تو اس سے میرے خزانے میں اتنی بھی کمی نہ ہو گی جتنی سوئی کے سمندر میں ڈبو کر نکالنے سے سمندر کے پانی میں ہوتی ہے۔ (صحیح مسلم)

دین میں غلو نہ کرو

يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ۔۔۔ (النساء۔171)

! اے اہل کتاب: اپنے دین میں حد سے تجاوز نہ کرو۔

Don’t go extreme in faith!

O People of Divine Scriptures! Do not go to extremes regarding your faith. (4:171)

غلو کے معنی ہیں کسی چیز کی تائید وحمایت میں حد سے گزر جانا۔ یہ آیت عیسیٰؑ کی شخصیت کے بارے میں افراط وتفریط سے متعلق ہے۔ کیونکہ بعض لوگ مسیح کی عقیدت ومحبت میں حد سے گذر گئے جبکہ دوسرے لوگ مسیح کے انکار اور مخالفت میں حد سے گزر گئے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اہل کتاب کو دین میں غلو سے منع فرمایا ہے۔

حدیث: نبی اکرم ﷺ نے بھی اس غلو کے پیش نظر اپنے بارے میں اپنی امت کو متنبہ فرمایا۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا:
لاتطرونی کما اطرت النصاریٰ عیسیٰ ابن مریم! فانما انا عبده، فقولوا؛ عبد اللہ ورسولہ۔
تم مجھے اس طرح حد سے نہ بڑھانا جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو مرتبے میں بڑھایا، میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، پس تم مجھے اس کا بندہ اور رسول ہی کہنا۔(بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ غلو فی الدّین وہ تباہ کن چیز ہے جس نے پچھلی امتوں کے دین کو دین ہی کے نام پر برباد کر دیا۔ اسی لئے ہمارے آقا ومولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنی امت کو اس وباء عظیم سے بچانے کے لئے مکمل طور پر متنبہ فرمایا۔

یہ آیت اگرچہ اہل کتاب کے بارے میں ہے تاہم اس آیت کا حکم عام ہے اور اس کا مدعا یہ ہے کہ دین میں حد سے تجاوز درست نہیں۔ دین میں اعتدال، رواداری اور تحمل جیسی اقدار کو اپنانے کی تاکید کرتے ہوئے افراط و تفریط سے بچنے کی تلقین کی گئی۔ بد قسمتی سے کچھ لوگوں نے دین اسلام میں خود ساختہ تاویلات کر کے دین کو عمل کیلئے مشکل اور پیچیدہ بنا دیا۔ ایسے لوگ اللہ کے ہاں خود جوابدہ ہونگے۔ ہمیں بحیثیت مسلمان دین میں غلو، اور انتہا پسندی سے بچنا چاہیے۔ ہمارا دین جو توازن اور معتدل تعلیمات پر مبنی ہے اس پر عمل کرنا چاہئے۔

حدیث: حج کے موقع پر رسول اللہؐ نے رمی جمرات کے لئے حضرت عبد اللہ بن عباس کو فرمایا کہ آپ کے لئے کنکریاں جمع کرلائیں، انہوں نے متوسط قسم کی کنکریاں پیش کر دیں، آپ نے ان کو بہت پسند فرما کر دو مرتبہ فرمایا: بمثلھن، بمثلھن یعنی ایسی ہی متوسط کنکریوں سے جمرات پر رمی کرنا چاہئے۔ پھر فرمایا: یعنی غلو فی الدین سے بچتے رہو کیونکہ تم سے پہلی امتیں غلو فی الدین ہی کی وجہ سے ہلاک وبرباد ہوئیں۔

غلو فی الدین کے حوالے سے یہ حدیث بڑی اہم ہے۔ اس حدیث سے چند اہم مسائل معلوم ہوتے ہیں:

1۔ اول یہ کہ حج میں جو کنکریاں جمرات پر پھینکی جاتی ہیں، ان کی حد مسنون یہ ہے کہ وہ متوسط ہوں، نہ بہت چھوٹی ہوں نہ بہت بڑی، بڑے بڑے پتھر اٹھا کر پھینکنا غلو فی الدین میں داخل ہے۔

2۔ دوسرے یہ معلوم ہوا کہ ہر چیز کی ایک شرعی حد مقرر ہے جو رسول کریم ﷺ نے اپنے قول و عمل سے متعین فرمادی ہے، اس سے تجاوز کرنا غلو ہے۔

3۔ تیسرے یہ واضح ہوگیا کہ غلو فی الدین کی تعریف یہ ہے کہ کسی کام میں اس کی حد مسنون سے تجاوز کیا جائے۔

دین و دنیا میں اعتدال

رسول کریم ﷺ نے اپنے قول و عمل سے دین و دنیا کی حدود متعین فرمادی ہیں۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا حکم دیا۔ فرائض کی پابندی اور حرام سے بچنے کی تاکید فرمائی۔ آپؐ نے نکاح اور فیملی لائف کو اپنی سنت قرار دیا اور اس کی ترغیب دی، تربیت اولاد کے فوائد اور درجات بتلائے۔ اہل و عیال کے ساتھ حسن معاشرت اور ان کے حقوق کی ادائیگی کو فرض قرار دیا۔ اپنی اور ان کی ضروریات کے لئے کسب معاش کو فریضہ بعد الفریضہ فرمایا۔ تجارت، زراعت، صنعت، حرفت اور مزدوری کی لوگوں کو تاکید فرمائی، دعوت دین اور اقامت دین کو فریضہ نبوت قرار دے کر امّت کو اس فریضہ کی ادائیگی کا حکم دیا۔ باقی مذاہب نے دین کی عادلانہ، متوازن اور متوسط تعلیمات کو بھلا کر غلو فی الدین میں مبتلا ہوگئے۔ افسوس کہ امت مسلمہ بھی اس غلو اور دین میں افراط و تفریط سے محفوظ نہ رہ سکی جس میں دوسری امتیں مبتلا ہوئیں۔ حدیث مبارکہ کے اندر آتا ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا کہ جس طرح ایک جوتا دوسرے جوتے کے برابر ہوتا ہے، بالکل اسی طرح تم پچھلی امتوں کی پیروی کروگے یعنی ان کے قدم بہ قدم چلوگے۔

امت مسلمہ میں غلو فی الدین کی دو اہم وجوہات

رسول کریم ﷺ کی اعتدال کی تعلیمات اور تاکیدات کے باوجود آج امت مسلمہ اسی غلو فی الدین اور تشدّد فی الدین کا شکار ہے، جس کی دو بڑی وجوہات ہیں:

1۔ پہلی وجہ: غلو فی الدین کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے یہ نظریہ بنالیا ہے کہ علماء اور آئمہ دین کوئی چیز نہیں، کتاب اللہ ہمارے لئے کافی ہے، جیسے وہ اللہ کی کتاب کو سمجھتے ہیں ہم بھی سمجھ سکتے ہیں، هم رجال ونحن رجال۔ یعنی وہ بھی انسان ہیں ہم بھی انسان ہیں۔ حالانکہ اگر صرف کتاب بغیر معلم کے کافی ہوتی تو اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت تھی کہ کتاب کو براہ راست تمام انسانوں تک پہنچادیتا، رسول کو معلم بناکر بھیجنے کی ضرورت نہ تھی۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ بات صرف کتاب اللہ کے ساتھ مخصوص نہیں، کسی بھی علم فن کی کتاب کا محض ترجمہ دیکھ کر کبھی کوئی شخص اس فن کا عالم نہیں بن سکتا، ڈاکٹری، یا طب یونانی کی کتابوں کا ترجمہ دیکھ کر آج تک کوئی حکیم یا ڈاکٹر نہیں بنا، انجینئری کی کتابیں دیکھ کر کوئی انجینئر نہیں

بنا، ڈرائیونگ کی محض تھیوری پڑھ کر بغیر انسٹرکٹر کے کوئی ڈرائیور نہیں بنا۔ کھانے کی محض کتاب پڑھ کر کوئی شیف نہیں بنا بلکہ ان سب چیزوں میں تعلیم و تعلم اور معلم کی ضرورت سب کے نزدیک مسلم ہے، مگر افسوس کہ قرآن و سنت ہی کو ایسا سرسری سمجھ لیا گیا ہے کہ اس کے لئے کسی معلم کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی، چناچہ ایک بہت بڑی تعلیم یافتہ لوگوں کی جماعت تو اس طرف غلو میں بہہ گئی کہ صرف قرآن کو کافی سمجھ بیٹھے، آئمہ دین، فقہاء و مجتہدین کو سرے سے نظر انداز کر دیا۔

2۔ دوسری وجہ: دوسری طرف مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد اس مرض میں مبتلا ہو گئی کہ اندھا دھند جس کو چاہا اپنا مقتداء اور پیشوا بنالیا، پھر ان کی **اندھی تقلید** شروع کر دی، نہ یہ معلوم کہ جس کو ہم مقتداء اور پیشواء بنا رہے ہیں یہ علم و عمل اور اصلاح و تقوٰی کے **معیار** پر صحیح بھی اترتا ہے یا نہیں؟ اور نہ پھر اس طرف کوئی دھیان کیا کہ جو تعلیم یہ دے رہا ہے وہ قرآن و سنت کے خلاف تو نہیں؟

ان دو بڑی وجوہات کی وجہ سے امّت مسلمہ میں غلو فی الدین اور تشدّد فی الدین کی بیماری پیدا ہوئی۔

اسلام نے غلو سے بچا کر ان دونوں کے درمیان طریقہ کار یہ بتلایا کہ **قرآن وحدیث کو معیار** بناؤ، رجال اللہ کو کتاب اللہ سے پہچانو، یعنی قرآن و سنت کی تعلیمات کے ذریعہ پہلے ان لوگوں کو پہچانو جو کتاب و سنت کا علم رکھتے ہیں اور ان کی زندگی کتاب و سنت کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے پھر ان کے ساتھ مل کر دعوت دین اور اقامت دین کا کام کرو۔ فرقہ واریت سے پرہیز کرو، اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ اپناؤ۔ دین میں غلو سے بچنے کا یہی **نسخہ کیمیاء** ہے۔

(اس موضوع پر مزید تشریح کیلئے دیکھئے اختلافی مسائل میں اعتدال کی راہ، تذکیر بالقرآن پارہ4، سورۃ آل عمران آیت 103)

اللہ کی طرف غلط باتیں منسوب نہ کرو

وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ۔۔۔ (النساء۔171)

اور اللہ کی طرف حق کے سوا کوئی بات منسوب نہ کرو۔

Say nothing about Allah except the truth. (4:171)

عیسیٰؑ محض اللہ کے رسول تھے

اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۡ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ۚ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ۔ (النساء۔171)

بے شک عیسیٰ ابن مریم اللہ کا رسول ہے اور اللہ کا ایک کلمہ ہے جسے اللہ نے مریم تک پہنچایا اور اللہ کی طرف سے ایک جان ہے سو اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لاؤ اور اپنے عقیدہ تثلیث کی اصلاح کر لو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

The reality of Jesus (PBUH)

The Messiah, Jesus, son of Mary, was no more than a messenger of Allah and the fulfilment of His Word through Mary and a spirit ˹created by a command˺ from Him. So believe in Allah and His messengers and do not say, "Three". Refrain from this assertion for your own good. (4:171)

The followers of Christ are urged to acknowledge God as the only God and to believe in the prophethood of all the Prophets, and that Jesus was one of them. This was the teaching of Christ and a basic truth which his followers ought to recognize. They are also urged to adopt the clear, straightforward doctrine that God is One and that there is no god but He.

عیسیٰؑ کے کلمۃ اللہ ہونے کا کیا مطلب ہے؟

وَكَلِمَتُهٗ: عیسیٰ علیہ اسلام اللہ کا کلمہ تھے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ کسی بچے کی پیدائش میں دو عامل کارفرما ہوتے ہیں، ایک عامل نطفہ ہے، اور دوسرا اللہ تعالیٰ کا کلمہ کن فرمانا جس کے بعد وہ بچہ وجود میں آجاتا ہے....... حضرت عیسیٰؑ کے حق میں چونکہ پہلا عامل منفی ہے یعنی موجود ہی نہیں، اس لئے دوسرے عامل کی طرف نسبت کرکے آپ کو کلمۃ اللہ کہا گیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ مادی اسباب کے واسطہ کے بغیر صرف اللہ کے کلمہ کن سے پیدا ہوئے ہیں۔

بعض نے فرمایا کہ کلمة اللہ، بشارة اللہ کے معنی میں ہے اور مراد اس سے حضرت عیسیٰؑ ہیں، اللہ جل شانہ، نے فرشتوں کے ذریعے حضرت مریمؑ کو حضرت عیسیٰ کی جو بشارت دی تھی اس میں کلمہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے: اذ قالت الملكة يا مريم ان الله يبشرك بكلمة۔۔

عیسیٰؑ کے روح اللہ ہونے کا مطلب کیا ہے؟

وَرُوْحٌ مِّنْهُ: بعض نے فرمایا عرف کا قاعدہ یہ ہے کہ جب کسی شئے کی طہارت اور پاکیزگی کو بیان کرنا ہوتا ہے تو مبالغہ کے لئے اس پر روح کا اطلاق کر دیا جاتا ہے، حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش میں چونکہ کسی باپ کے نطفہ کا دخل نہیں تھا اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور کلمہ کن کا نتیجہ تھے، اس لئے اپنی طہارت و نظافت میں درجہ کمال کو پہنچے ہوئے تھے، اسی وجہ سے عرف کے محاورہ کے مطابق ان کو روح اللہ کہا گیا اور اللہ کی طرف نسبت ان کی تعظیم و تشریف کے لئے ہے، جس طرح مساجد کی تعظیم کے لئے ان کی نسبت اللہ کی طرف کر دی جاتی ہے مساجد اللہ، یا کعبہ کی نسبت اللہ کی طرف کر کے کعبۃ اللہ یا بیت اللہ کہا جاتا ہے، یا کسی اطاعت شعار بندہ کی نسبت اللہ کی طرف کر کے عبد اللہ کہا جاتا ہے، چناچہ سورۃ بنی اسرائیل میں حضور اکرم ﷺ کے لئے یہ صیغہ استعمال کیا گیا ہے اسریٰ بعبدہ۔۔

بعض مفسرین نے فرمایا کہ عیسیٰؑ کی بعثت کا مقصد یہ تھا کہ لوگوں کے مردہ دلوں میں روحانی حیات ڈال کر پھر زندہ کر دیں، چونکہ وہ روحانی حیات کا سبب تھے جس طرح روح جسمانی حیات کا سبب ہوا کرتی ہے، اس لئے اس اعتبار سے ان کو روح کہا گیا، جیسا کہ خود قرآن کریم کے لئے بھی یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے۔وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا، کیونکہ قرآن کریم بھی روحانی حیات بخشتا ہے۔

ایک قول یہ بھی ہے کہ روح نفخ (پھونک) کے معنی میں ہے، حضرت جبرئیلؑ نے حضرت مریم کے گریبان میں اللہ کے حکم سے پھونک دیا تھا اور حضرت عیسیٰؑ بطور معجزہ کے صرف نفخ سے پیدا ہو گئے تھے اس لئے آپ کو روح اللہ کہا گیا، قرآن کریم کی دوسری آیت: فنفخنا فیہ من روحنا۔۔۔ سے اسی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

بہر حال روح اللہ کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ کا ایک جز ہیں۔

درس توحید کا اعادہ

اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗۤ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَـهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا۔ (النساء-171)

بے شک اللہ اکیلا معبود ہے وہ اس سے پاک ہے اس کی اولاد ہو۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ کارساز کافی ہے۔

Allah is only One God. Glory be to Him! He is far above having a son! To Him belongs whatever is in the heavens

and whatever is on the earth. And Allah is sufficient as a Trustee of Affairs. (5:171)

چوتھا رکوع: لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ۔۔۔ (النساء۔172)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

عیسیٰؑ اللہ کے بندے تھے اور خود انہیں اللہ کی بندگی سے انکار بھی نہیں تھا، انبیاء، فرشتے، نیک لوگ اللہ کی بندگی پر فخر محسوس کرتے ہیں، ایمان و عمل صالح والوں کیلئے پورا اجر اور اللہ کا فضل، نبی اکرمؐ عالم گیر دعوت کے داعی تھے (یا ایھا الناس قد جاء کم برھان من ربکم)، برھان اور نور، قرآن نور مبین ہے، وراثت کے ضمنی مسائل، عصبہ اور کلالہ کی وضاحت، کلالہ (لاوارث شخص) کی وراثت کے مسائل، سورۃ النساء کا اختتام۔

مسیحؑ کو اللہ کی بندگی سے انکار نہیں

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا۔ (النساء۔172)

مسیح نے کبھی اس بات کو عار نہیں سمجھا کہ وہ اللہ کا بندہ ہو، اور نہ مقرب فرشتے اِس کو اپنے لیے عار سمجھتے ہیں اگر کوئی اللہ کی بندگی کو اپنے لیے عار سمجھتا ہے اور تکبر کرتا ہے تو ایک وقت آئے گا جب اللہ سب کو گھیر کر اپنے سامنے حاضر کرے گا۔

The Messiah would never be too proud to be a servant of Allah, nor would the angels nearest to Allah. Those who are too proud and arrogant to worship Him will be brought before Him all together. (4:172)

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ:

یعنی مسیح کو اللہ کا بندہ ہونے میں کوئی عار نہیں اور نہ ہی اللہ کے مقرب فرشتوں کو عار ہے اس لئے کہ اللہ کا بندہ ہونا اور اس کی عبادت کرنا اور اس کے حکموں کو بجالانا تو اعلیٰ درجہ کی شرافت اور عزت ہے، ایک بہت بڑا اعزاز اور ٹائٹل ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مقرب ترین فرشتے بھی اللہ کی بندگی سے انکار نہیں کرتے نہ ہی یہ ان کی شان کے لائق ہے۔ بلکہ جو جتنا مرتبے میں قریب ہوتا ہے، وہ اسی قدر اللہ کی عبادت میں زیادہ پابند ہوتا ہے۔ جس طرح حضرت عیسیٰؑ کو لوگ پوجتے تھے، اسی طرح فرشتوں کی بھی پوجا اور عبادت کرتے تھے۔ تو اس آیت میں عیسیٰؑ کو اللہ کی عبادت

سے نہ رکنے والا بتا کر فرشتوں کی بھی یہی حالت بیان کر دی، جس سے ثابت ہو گیا کہ جن کی تم عبادت کرتے ہو وہ خود اللہ کی عبادت کرتے ہیں پھر ان کی عبادت کیسی؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح بعض لوگوں نے فرشتوں کو بھی خدائی میں شریک ٹھہرا رکھا تھا، اللہ تعالیٰ فرمارہاہے کہ یہ تو سب کے سب اللہ کے بندے ہیں اور اس سے انہیں قطعاً کوئی انکار نہیں ہے۔ تم انہیں اللہ یا اس کی خدائی میں شریک کس بنیاد پر بناتے ہو۔

ایمان و عمل صالح والوں کیلئے پورا اجر

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَ یَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖۚ وَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَیُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَ لِیْمًا ۙ وَّلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا۔ (النساء۔173)

توجو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے وہ ان کو ان کا پورا بدلا دے گا اور اپنے فضل سے کچھ زیادہ بھی عنایت کرے گا اور جن لوگوں نے بندگی کو عار سمجھا اور تکبر کیا ہے اُن کو اللہ دردناک سزا دے گا اور اللہ کے سوا جن جن کی سرپرستی و مددگاری پر وہ بھروسہ رکھتے ہیں ان میں سے کسی کو بھی وہ وہاں نہ پائیں گے۔ النساء۔173

As for those who have faith and do good, He will reward them in full and increase them out of His grace. But those who are too proud and arrogant, He will subject them to a painful punishment. And besides Allah they will find no protector or helper. (4:173)

برہان اور نور مبین

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا۔ (النساء۔174)

لوگو تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس روشن دلیل آچکی ہے اور ہم نے تمہاری جانب واضح نور بھیج دیا ہے۔

النساء۔174

O Mankind! There has come to you conclusive evidence from your Lord. And We have sent down to you a brilliant light. (4:174)

اس آیت میں دو اصطلاحات استعمال کی گئیں ہیں: ایک برہان اور دوسرا نور مبین۔

برہان سے کیا مراد ہے؟

برہان کے لفظی معنی دلیل کے ہیں، اس سے مراد حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ (روح المعانی)
حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول کریمؐ کی ذات اقدس کو لفظ برہان سے اس لئے تعبیر فرمایا کہ آپ کی ذات مبارک اور آپ کے اخلاق کریمانہ، آپ کے معجزات اور آپ پر کتاب کا نزول، یہ سب چیزیں آپ کی نبوت اور آپ کی رسالت کے کھلے دلائل ہیں، جن کو دیکھنے کے بعد کسی اور دلیل کی احتیاج باقی نہیں رہتی تو یوں سمجھنا چاہئے کہ آپؐ کی ذات اور آپؐ کی سیرت ایک مجسم دلیل ہے۔

نور سے کیا مراد ہے؟

اور نور سے مراد قرآن مجید ہے جیسا کہ سورۃ مائدہ کی اس آیت سے بھی معلوم ہوتا ہے: قد جآء کم من اللہ نور و کتب مبین۔ (5:51) یعنی تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک روشن چیز آئی ہے اور وہ ایک کتاب واضح یعنی قرآن ہے۔
اس آیت میں جس کو نور کہا گیا ہے آگے اسی کو کتاب مبین بھی کہا گیا، یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ عطف تو تغائر چاہتا ہے لہٰذا نور اور کتاب ایک چیز نہیں ہوسکتے۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ عنوان کا تغائر بھی کافی ہوتا ہے اگرچہ مصداق اور معنی ایک ہی ہے۔
اور اگر نور سے مراد حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس ہو، اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہو تو یہ بھی صحیح ہے (روح المعانی)
لیکن اس سے حضورؐ کا ایسا نور محض ہونا ثابت نہیں ہوتا جو بشریت اور جسمانیت کے منافی ہو۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا۔ (النساء۔175)

پس جو لوگ خدا پر ایمان لائے اور اس (کے دین کی رسی) کو مضبوط پکڑے رہے ان کو وہ اپنی رحمت اور فضل میں داخل کرے گا اور اپنی طرف سیدھا رستہ (صراط مستقیم) دکھائے گا۔ (النساء۔175)

As for those who believe in Allah and hold fast to Him, He will admit them into His mercy and grace and guide them to Himself through the Straight Path. (4:175)

وراثت کے ضمنی مسائل

عصبہ اور کلالہ کی وضاحت

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ۔ (النساء۔176)

اللہ تمہارے لیے احکام کی توضیح کرتا ہے تاکہ تم بھٹکتے نہ پھرو اور اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

Allah makes ˹this˺ clear to you so you do not go astray. And Allah has ˹perfect˺ knowledge of all things. (4:176)

According to certain traditions, this verse was the very Last Qur'anic Verse to be revealed.

This verse explains ruling regarding inheritance of a person who has no descendants and no ascendants as heirs.

حضرت براء ابن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سورتوں میں سب سے آخری سورت سورۃ برأت اتری ہے اور آیتوں میں سب سے آخری آیت: يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِى الْكَلٰلَةِ۔۔۔(النساء،176) اتری ہے۔

شان نزول: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں بیماری کے سبب بیہوش پڑا تھا کہ اللہ کے رسول ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے، آپؐ نے وضو کیا اور وہی پانی مجھ پر ڈالا، جس سے مجھے افاقہ ہوا اور میں نے کہا: حضورؐ! وارثوں کے لحاظ سے میں کلالہ ہوں (یعنی نہ میری اولاد ہے نہ میرے والدین زندہ ہیں) میری میراث کیسے تقسیم ہوگی؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت فرائض نازل فرمائی۔ (بخاری و مسلم)

کلالہ (لاوارث) کی وراثت کے مسائل

سورۃ مائدہ کا اختتام

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ۔ (النساء۔176)

اللہ تمہارے لیے احکام کی توضیح کرتا ہے تاکہ تم بھٹکتے نہ پھرو اور اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

Concluding Message of the Surah

Allah makes ˹this˺ clear to you so you do not go astray. And Allah has ˹perfect˺ knowledge of all things. (5:176)

یہ سورۃ النساء کا اختتام ہے جس میں اس نصیحت کا اعادہ کیا گیا ہے کہ تمام امور کا مرجع اللہ ربّ العالمین ہی کی طرف ہے یعنی تمام معاملات بالآخر اللہ کے حضور پیش کئے جائیں گے لہٰذا تمام حقوق واجبات اور تمام مالی اور غیر مالی امور میں تقویٰ اور خوف خدا کو پیش نظر رکھا جائے، دینی احکامات وہدایات کی پیروی کی جائے۔ آیت میں فرمایا گیا: اللہ تمہارے لئے احکام کی توضیح کرتا ہے کہ تاکہ تم بھٹکتے نہ پھرو اور اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے یعنی تم اللہ کے احکام کی تابعداری کرو ورنہ گمراہی میں پڑ جاؤ گے اور بھٹکتے پھرو گے۔

سورۃ المائدہ

Chapter - 5: The Dining Table

سورۃ المائدہ مدنی سورت ہے اور اس میں 120 آیات ہیں۔

Short Summary of Surah *Al-Maida*

Subject: Consolidation of the Muslim Community

This surah has following main topics:

Commandments and instructions about the religious, cultural, and Social life of the Muslim community.

Guidance regarding *Halal* and *Haram* (Lawful and Unlawful) especially in the matter of food, rituals of Hajj, restrictions of the pre-Islamic age have been abolished. Permission has been given to consume food of the People of Divine Scriptures. Regulations regarding Purification like ablution, bath, Tayammum (dry ablution). Sanctity of

life, Saving Human Lives, condemning rebellion, aggression and disturbance of peace. Islamic ruling regarding drinking, gambling, breaking the oath etc.

The admonition to the Muslims to Stand for Justice and fairness. They have been enjoined to remain steadfast to the Covenant of obedience to Allah and His Messenger. They have been instructed to observe the directives of the Holy Quran in the conduct of their affairs and warned against the attitude of hypocrisy. Muslims have also been particularly warned as rulers to guard against the Corruption of Power. They have also been exhorted to learn lessons from the failings of their predecessors, the people of other faiths, who in their turn have been admonished to give up their wrong attitudes towards the Right Way. The Errors of Creed of People of Scriptures have been clearly pointed out and they have been invited to accept the guidance of the Final Prophet (PBUH)

The Holy Prophet (and through him the Muslims) has been reassured that he should not mind the enmity, the evil designs, conspiracies from the enemies of Islam and keep focus on *Da'wah* and good work.

At the end of the Surah, the mention of the conversation that will take place between Allah and His Prophets on the Day of Judgment has been made for the benefit of the erring people to serve as a corrective to their creeds.

Concluding Verse of the Surah: O mankind! The Sovereignty of the heavens and the earth belongs to Allah: therefore, you should become His true servants and fear Him, for He has full powers over everything. (5:120)

سورۃ مائدہ کا موضوع اور تعارف

سورۃ مائدہ مدنی سورۃ ہے اور مدنی سورتوں میں بھی آخری سورت ہے، یہاں تک کہ بعض حضرات نے اس کو قرآن کی آخری سورت بھی کہاہے۔روایات کے مطابق یہ سورت حجۃ الوداع کے سفر کے دوران نازل ہوئی۔ حجۃ الوداع ہجرت کے دسویں سال میں ہوا، اور اس سے واپسی کے بعد نبی کریم ﷺ کی دنیوی حیات تقریباً اسی (80) دن رہی۔ ابن حبان نے بحر محیط میں فرمایا کہ سورۃ مائدہ کے بعض اجزاء سفر حدیبیہ میں اور بعض فتح مکہ کے سفر میں اور بعض حجۃ الوداع کے سفر میں نازل ہوئے ہیں۔اس سے معلوم ہوا کہ یہ سورت نزول قرآن کے آخری مراحل میں نازل ہوئی ہے خواہ بالکل آخری سورت نہ بھی ہو۔

حدیث: روح المعانی میں بحوالہ ابو عبید حضرت حمزہ بن حبیب اور عطیہ بن قیس کی یہ روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: المائدة من أخر القرأن تنزيلا فاحلو احلالها واحترموا حرامها۔یعنی سورۃ مائدہ ان سورتوں میں سے ہے جو نزول قرآن کے آخری دور میں نازل کی گئی ہیں، لہٰذا اس میں جو چیز حلال کی گئی ہے اس کو ہمیشہ کے لئے حلال اور جو چیز حرام کی گئی ہے اس کو ہمیشہ کے لئے حرام سمجھو۔

اس سورت میں سورہ النساء کی طرح حقوق العباد کا ذکر ہے۔اس کے علاوہ حلال و حرام، باہمی معاملات، اسلامی تہذیب کی خصوصیات، شعائر اللہ کا احترام، حج کے بعض احکام، طہارت، وضو، غسل، تیمم کے احکامات، کسی قوم کی دشمنی تمہیں عدل و انصاف سے نہ ہٹائے (ولا يجرمنكم شنان قوم علىٰ ان لا تعدلو)۔ملٹی فیتھ سوسائٹی کے تناظر میں مسلم کمیونٹی کو خاص ہدایات دی گئیں مثلاً اہل کتاب سے تعلقات میں نرمی، ایک ساتھ کھانے پینے کی اجازت: وطعام الذين اوتو الكتاب حل لكم و طعامكم حل لهم، اہل کتاب سے نکاح، غلط عقائد و نظریات کا تجزیہ، عقائد کی خرابیاں، غلط نظریات کا تنقیدی جائزہ اور انکی اصلاح کی کوشش، دعوت دین، ماضی میں مذہبی غلطیوں پر تنبیہ، حلال و حرام کی پابندی، معاملات، عہد و حلف، معاہدوں کی پابندی، دوسرے مذاہب کا احترام اور ان کی مذہبی رسومات، علامات کی توہین کی ممانعت، ہر قوم کے ساتھ عدل و انصاف کا معاملہ کیا جائے۔، ہر انسانی جان کا احترام، مسلمانوں کو ان کی خاص عبادات، حج، نماز، طہارت کے احکامات کے سلسلے میں ہدایات، اسلام میں جرم و سزاء کا تصور، بغاوت اور دوسرے شدید جرائم کی سزائیں، دوستی اور دلی محبت (موالات) کے اصول، تمام آسمانی کتابیں اللہ کی نازل کردہ اور اپنے دور کا حق تھیں مگر اس وقت قابل اتباع آسمانی ہدایت قرآن وحدیث ہے۔

معاہدات اور معاملات کے بارے میں یہ سورۃ اور بالخصوص اس کی ابتدائی آیت ایک خاص حیثیت رکھتی ہے۔سورۃ مائدہ کی پہلی آیت میں بھی ان تمام معاملات اور معاہدات کی پابندی اور ان کے پورا کرنے کی ہدایت آئی ہے۔اسی لئے سورۃ مائدہ کا دوسرا نام سورۃ عقود بھی ہے۔(بحر محیط)

اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے جب عمرو بن حزمؓ کو یمن کا عامل (گورنر) بنا کر بھیجا اور ایک فرمان لکھ کر ان کے حوالہ کیا۔تو اس فرمان کے سرنامہ پر آپ ﷺ نے یہ آیت تحریر فرمائی تھی: یاایّھا الذّین اٰمنوا اوفوا بالعقود۔۔ اے ایمان والو! عہد و پیمان پورے کرو۔ (مائدہ۔1)

پارے کا پانچواں رکوع: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ۔۔۔ (مائدہ۔1)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

سورہ مائدہ کا تعارف، عہد اور حلف کی پاسداری، کنٹریکٹ اور معاہدوں کی پابندی (اوفوبالعقود)، انفرادی و اجتماعی ذمہ داریوں کو پورا کرو، شرعی حدود و قیود کی پابندی، اسلام کا فلسفہ حلال و حرام، جائز و ناجائز کی پابندی، جانوروں کی حلت و حرمت کے اصول، شرعی ذبیحہ کے اصول، شعائر اللہ کی تعظیم (لاتحلو شعائر اللہ)، اسلام میں مذہبی رواداری اور دوسرے مذاہب کی مذہبی علامات کا احترام، مذہبی برداشت، توہین مذاہب کی ممانعت، اصلاح معاشرہ کا اہم اصول: اچھے کاموں میں سب کے ساتھ تعاون جبکہ گناہ اور سرکشی میں عدم تعاون (وتعاونو علی البرّ والتقوٰی)، ناجائز مال کی اقسام:وان تستقسمو بالازلام۔ جواء، لاٹری، گیم آف چانس، شطرنج کی ممانعت، فال نکالنے کے بجائے استخارہ کا حکم، تکمیل دین والی آیت:الیوم اکملت لکم دینکم۔۔ حلال و حرام کی مزید وضاحت، ساری پاکیزہ چیزیں حلال ہیں (احل لکم الطیبات)، اہل کتاب کے ذبیحہ اور نکاح کی اجازت(وطعام الذین اوتو الکتاب حل لکم و طعامکم حل لھم)، غیر مسلموں کے ساتھ کھانے پینے کے احکامات۔

عہد اور حلف کی پاسداری

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ۔

اے ایمان والو! عہد و پیمان پورے کرو۔(مائدہ۔1)

Adhering to the Oaths and Contracts

O You who have believed! Honour your Obligations and Oaths. (5:1)

People should abide by the limitations and prohibitions laid down in this surah and elsewhere. This brief introductory statement is followed by an enunciation of those prohibitions which people are required to observe.

It also includes fulfilling Oaths, Covenants and honouring contracts between two human beings.

عقود عقد کی جمع ہے جس کا اطلاق پختہ عہد و پیمان پر ہوتا ہے۔ یہاں اس سے احکام الٰہی (فرائض، حلال حرام کی پابندی) بھی مراد ہیں اور وہ عہد و پیماں اور معاہدے بھی شامل ہیں جو انسان آپس میں کرتے ہیں۔ دونوں کا ایفا ضروری ہے۔ یعنی ان حدود و قیود کی پابندی کرو جو اس سورۃ میں تم پر عائد کی جا رہی ہیں، اور جو بالعموم اللہ کے دین و شریعت میں تم پر عائد کی گئی ہیں۔

ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے کہا! آپ مجھے خاص نصیحت کیجئے۔ آپ نے فرمایا: جب تو قرآن میں لفظ آیت یاایھا الذین آمنو۔ اے ایمان والو۔۔۔ سن لے تو فوراً کان لگا کر دل سے متوجہ ہو جا، کیونکہ اس کے بعد کسی نہ کسی بھلائی کا حکم ہوگا یا کسی نہ کسی برائی سے ممانعت ہوگی۔ (ابن ابی حاتم)

حضرت عبد اللہ بن عباس سے یہ بھی مروی ہے کہ عہد کو پورا کرنے میں اللہ کے حلال کو حلال جاننا، اس کے حرام کو حرام جاننا، اس کے فرائض کی پابندی کرنا، اس کی حدبندی کی نگہداشت کرنا بھی ہے، کسی بات کا خلاف نہ کرو، حد کو نہ توڑو، کسی حرام کام کو نہ کرو۔ یہ آیت پڑھو: وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ۔۔۔(رعد۔25)۔ (بحوالہ ابن کثیر)

امام راغب اصفہانیؒ فرماتے ہیں کہ کہ معاہدات کی تمام اقسام اس آیت میں داخل ہیں۔ پھر اس کی تفصیل میں فرماتے ہیں کہ ایک وہ معاہدہ ہے جو انسان کا اللہ رب العالمین کے ساتھ ہے۔ مثلاً ایمان، اطاعت کا عہد یا حلال و حرام کی پابندی کا عہد۔ دوسرا وہ معاہدہ ہے جو ایک انسان کا خود اپنے نفس کے ساتھ ہے، جیسے کسی چیز کی نذر اپنے ذمہ مان لے، یا حلف لے کر کوئی چیز (ذمہ داری) اپنے ذمہ لازم کرلے، تیسرے وہ معاہدہ جو ایک انسان کا دوسرے انسان کے ساتھ ہے۔ اور تیسری قسم میں وہ تمام معاہدات شامل ہیں جو دو شخصوں یا دو جماعتوں یا دو حکمتوں کے درمیان ہوتے ہیں۔

حلال اور حرام جانور

أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ۔۔ (مائدہ۔1)

تمہارے لئے چرنے والے جانور حلال کئے گئے ہیں سوائے ان کے جن کا ذکر تم پر آگے کیا جائے گا۔۔(مائدہ۔1)

All grazing livestock has been made lawful to you—except what is hereby announced to you. (5:1)

اسلام کا فلسفہ حلال و حرام

اس مقام پر یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ کھانے پینے کی چیزوں میں حرام و حلال کی جو قیود شریعت کی طرف سے عائد کی جاتی ہیں ان کی اصل بنیاد ان اشیاء کے طبی فوائد یا نقصانات نہیں ہوتے، بلکہ ان کے اخلاقی فوائد و نقصانات ہوتے ہیں۔ جہاں تک طبی فوائد و نقصانات کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو انسان کی اپنی سعی و جستجو اور کاوش و تحقیق پر چھوڑ دیا ہے۔ یہ دریافت کرنا انسان کا اپنا کام ہے کہ مادی اشیاء میں سے کونسی چیزیں اس کے جسم کیلئے صحت مند ہیں اور کونسی مضر صحت۔ شریعت ان امور میں اس کی رہنمائی کی ذمہ داری اپنے سر نہیں لیتی۔ اگر یہ کام اس نے اپنے ذمہ لیا ہوتا تو سب سے پہلے مہلک زہر سنکھیا کو حرام کیا ہوتا۔ لیکن آپ دیکھتے ہی ہیں کہ قرآن و حدیث میں اس کا سرے سے کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔ جن چیزوں کو شریعت نے حرام کیا ہے انہیں اس وجہ سے حرام کیا ہے کہ یا تو اخلاق پر ان کا برا اثر پڑتا ہے، یا وہ طہارت کے خلاف ہیں، یا ان کا تعلق کسی فاسد عقیدہ سے ہے۔ برعکس اس کے جن چیزوں کو اس نے حلال کیا ہے ان کی حلت کی وجہ یہ ہے کہ وہ ان برائیوں میں سے کوئی برائی اپنے اندر نہیں رکھتیں۔

سوال کیا جاسکتا ہے کہ اللہ نے ہم کو ان اشیاء کی حرمت کی وجہ کیوں نہیں بتائی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی حرمت کی وجوہات کو سمجھنا ہمارے لیے ممکن نہیں ہے۔ مثلاً یہ بات کہ خون یا سور یا کسی درندے کا گوشت کھانے سے ہماری اخلاقی صفات میں کیا خرابیاں رونما ہوتی ہیں، اس کی تحقیق ہم کسی طرح نہیں کرسکتے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے حرام و حلال کے حدود کی پابندی کا انحصار ایمان پر رکھ دیا ہے۔ جو شخص اس بات پر مطمئن ہو جائے کہ کتاب، اللہ کی کتاب ہے اور رسول، اللہ کا رسول ہے، اور اللہ علیم و حکیم ہے، وہ اس کے مقرر کیے ہوئے حدود کی پابندی کرے گا، خواہ ان کی مصلحت اس کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ اور جو شخص اس بنیادی عقیدے پر ہی مطمئن نہ ہو، اس کو لاکھ وجوہات بھی بتا دی جائیں تو وہ پھر بھی متذبذب ہی رہے گا۔

حلال و حرام کی وضاحت

اَنعام (مویشی) کا لفظ عربی زبان میں اونٹ، گائے، بھیڑ اور بکری پر بولا جاتا ہے۔ اور بہیمہ کا اطلاق ہر چرنے والے چوپائے پر ہوتا ہے۔ اس سے اشارۃً یہ بات بھی مترشح ہوتی ہے کہ وہ چوپائے جو مویشیوں کے برعکس کچلیاں رکھتے ہوں اور دوسرے جانوروں کو مار کر کھاتے ہوں، حلال نہیں ہیں۔ اسی اشارے کو نبی اکرمؐ نے واضح کر کے حدیث میں صاف حکم دے دیا کہ درندے حرام ہیں۔

حدیث: عبداللہ بن عباس کی روایت ہے کہ: نهی رسول اللہ ﷺ عن کل ذی ناب من السباع و کل ذی مخلب من الطیر۔ رسول اللہؐ نے ہر کچلی والے درندے اور ہر پنجہ (سے شکار کرنے) والے پرندے سے منع فرمایا۔ (مسلم)

سنت میں بیان کردہ اصول کی رو سے جو جانور ذوناب (کچلیوں والے جانور) جن کو عموماً درندے کہا جاتا ہے جیسے بھیڑیا، کتا وغیرہ اور جو پرندے ذومخلب یعنی وہ پرندے جو پنجے سے شکار کرتے ہیں یا مردار خور ہوتے ہیں جیسے شکاری پرندے مثلاً عقاب، باز وغیرہ یہ سب حرام ہیں۔ انکی مزید تفصیل احادیث میں موجود ہے۔ حلال و حرام کی کچھ تفصیل سورۃ البقرہ آیت 173 میں بھی گذر چکی ہے (انما حرم علیکم المیتہ والدم ولحم الخنزیر۔۔)

اسلام میں مذہبی رواداری اور دوسرے مذاہب کا احترام

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ۭوَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ۭوَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔ (مائدہ۔2)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو، نہ حرام مہینوں میں سے کسی کو حلال کر لو، نہ قربانی کے جانوروں پر دست درازی کرو، نہ اُن جانوروں پر ہاتھ ڈالو جن کی گردنوں میں نذر خداوندی کی علامت کے طور پر پٹے پڑے ہوئے ہوں، نہ اُن لوگوں کو چھیڑو جو اپنے رب کے فضل اور اس کی خوشنودی کی تلاش میں مکان محترم (کعبہ) کی طرف جا رہے ہوں ہاں جب احرام کی حالت ختم ہو جائے تو تم جانوروں کا شکار کر سکتے ہو اور دیکھو، ایک گروہ نے جو تمہارے لیے مسجد حرام کا راستہ بند کر دیا ہے تو اس پر تمہارا غصہ تمہیں اتنا مشتعل نہ کر دے کہ تم بھی ان کے مقابلہ میں ناروا زیادتیاں کرنے لگو۔ نہیں!

جو کام نیکی اور خدا ترسی کے ہیں ان میں سب سے تعاون کرو اور جو گناہ اور زیادتی کے کام ہیں ان میں کسی سے تعاون نہ کرو، بیشک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔

Respecting Religious Symbols

O believers! Do not violate Allah's rituals ˹of pilgrimage˺, the sacred months, the sacrificial animals, the ˹offerings decorated with˺ garlands, nor those ˹pilgrims˺ on their way to the Sacred House seeking their Lord's bounty and pleasure. When pilgrimage has ended, you are allowed to hunt. Do not let the hatred of a people who once barred you from the Sacred Mosque provoke you to transgress. Cooperate with one another in goodness and righteousness, and do not cooperate in sin and transgression. And be mindful of Allah. Surely Allah is severe in punishment. (5:2)

سورۃ مائدہ کی پہلی آیت میں عہد وحلف کے پورا کرنے کی تاکید تھی۔ان معاہدات میں سے ایک معاہدہ یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حلال وحرام کی پابندی کی جائے۔اس دوسری آیت میں اس معاہدہ کی دو اہم دفعات کا بیان ہے۔ایک شعائر اللہ کی تعظیم اور ان کی بےحرمتی سے بچنے کی ہدایت، دوسرے اپنے اور غیر دوست اور دشمن سب کے ساتھ عدل وانصاف کا معاملہ اور ظلم کا بدلہ ظلم سے لینے کی ممانعت۔

شعائر سے کیا مراد ہے؟

شعائر شعیرۃ کی جمع ہے، اس کا مطلب علامت یا نشانی ہے۔ہر وہ چیز جو کسی مذہب، عقیدہ، فکر یا کسی کمیونٹی کی نمائندگی کرتی ہو وہ اس کا شعار کہلاتی ہے کیونکہ وہ اس کے لیے مذہبی علامت یا نشانی کا کام دیتی ہے۔مذہبی لباس، مذہبی عبادت گاہیں کسی بھی مذہب کا شعار ہوتی ہیں۔چرچ اور صلیب مسیحیت کے شعائر ہیں۔سینا گوگ یہودیت کا شعار ہے۔چوٹی، زنار اور مندر ہندومت کے شعائر ہیں۔پگڑی، کڑا اور کرپان وغیرہ سکھ مذہب کے شعائر ہیں۔یہ سب مذاہب اپنے اپنے شعائر کے احترام کا مطالبہ کرتے ہیں۔اسلام کسی بھی مذہب یا اس کے شعائر کی توہین سے منع کرتا ہے (ولا تسبّو الذین یدعون من دون اللہ۔۔)۔

اسی طرح کسی بھی ملک کے سرکاری جھنڈے، پارلیمنٹ، سرکاری دفاتر، فوج اور پولیس وغیرہ کے یونیفارم، سکے، نوٹ اور آفیشیل لوگوز حکومتوں کے شعائر ہیں اور وہ اپنے ماتحت لوگوں سے بلکہ جہاں تک ان کا بس چلے سب سے ان کے احترام کا مطالبہ کرتی ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی مذہب یا ملک کے شعائر میں سے کسی شعار کی توہین کرتا ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ وہ دراصل اس مذہب یا ملک کے خلاف دشمنی رکھتا ہے۔ اور ایسا کوئی فعل اس مذہب، ملک یا کلچر کے خلاف بغاوت کا ہم معنی ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام میں شعائر کے احترام کا یہ حکم اس زمانہ میں دیا گیا تھا جب تقریباً پورے عرب پر اسلامی قبضہ ہو گیا تھا۔ اور مشرکین مکہ کو رسول کریم ﷺ نے بغیر کسی انتقام کے آزاد فرما دیا تھا۔ وہ آزادی کے ساتھ اپنے سب کام کرتے رہے یہاں تک کہ اپنے جاہلانہ طرز پر حج و عمرہ کی رسوم بھی ادا کرتے رہے۔ اس وقت بعض صحابہ کرام کے دلوں میں واقعہ حدیبیہ کا انتقام لینے کا خیال آیا کہ انہوں نے ہمیں جائز اور حق طریقہ پر عمرہ کرنے سے روک دیا تھا، ہم ان کو ناجائز اور غلط طریق کے عمرہ وحج کو کیوں آزاد چھوڑیں، ان پر حملہ کریں، ان کے جانور چھین لیں اور ان کو ختم کر دیں، اس وقت حکم دیا گیا کہ یہ لوگ مشرک ہی سہی، تمہارے اور ان کے درمیان جنگ ہی سہی، مگر جب یہ اللہ کے گھر کی طرف جاتے ہیں تو انہیں نہ چھیڑو، حج کے مہینوں میں ان پر حملہ نہ کرو، خدا کے دربار میں نذر کرنے کے لیے یہ جانور لیے جا رہے ہوں ان پر ہاتھ نہ ڈالو، کیونکہ ان کے بگڑے ہوئے مذہب میں خدا پرستی کا جتنا حصہ باقی ہے وہ بجائے خود احترام کا مستحق ہے نہ کہ بے احترامی کا۔

شعائر کے احترام کا عام حکم دینے کے بعد چند شعائر کا نام لے کر ان کے احترام کا خاص طور پر حکم دیا گیا کیونکہ اس وقت جنگی حالات کی وجہ سے یہ اندیشہ پیدا ہو گیا تھا کہ جنگ اور انتقام کے جوش میں کہیں مسلمانوں کے ہاتھوں ان کی توہین نہ ہو جائے۔ ان چند شعائر کو نام بنام بیان کرنے سے یہ مقصود نہیں ہے کہ صرف یہی احترام کے مستحق ہیں۔

اسلام کا یہ حکم بذات خود مذہبی برداشت اور مذہبی رواداری کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔

شعائر اللہ سے مراد حرمات اللہ ہیں یعنی وہ چیزیں جن کی تعظیم و حرمت اللہ نے مقرر فرمائی ہے۔ اس آیت میں چند مخصوص شعائر جن کا تعلق مناسک حج سے ہے ان کا ذکر ہے۔ بعض نے اسے عام رکھا ہے یعنی ہر وہ چیز جس کی نسبت دین کی طرف ہے اس کا احترام کیا جائے۔ اسلامی شعائر سے بالعموم وہ تمام نشانیاں مراد ہیں جو دین اسلام کی نمائندگی کرتی ہیں مثلاً کعبۃ اللہ، مسجد حرام، مسجد نبوی وروضہ اقدسؐ، مسجد اقصیٰ، حجر اسود، منبر و محراب، عام مساجد، مصحف قرآن، کتب حدیث وغیرہ۔

اچھے کاموں میں باہمی تعاون،

گناہ اور سرکشی میں عدم تعاون

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ ۔ (مائدہ۔2)

نیکی اور پرہیز گاری میں ایک دوسرے کی مدد کرتے رہو اور گناہ اور ظلم زیادتی میں مدد نہ کرو۔

Help others in goodness and piety!

Cooperate with one another in goodness and righteousness, and do not cooperate in sin and aggression. (5:2)

اللہ تعالیٰ اپنے ایمان والے بندوں کو نیکی اور اچھائی کے کاموں پر ایک دوسرے کی مدد اور تعاون کی تاکید فرمارہے ہیں۔ بر کہتے ہیں نیکیاں کرنے کو اور تقویٰ کہتے ہیں برائیوں کے چھوڑنے کو۔ اور انہیں منع فرماتا ہے گناہوں اور ناجائز کاموں پر کسی کی مدد کرنے کو۔ ابن جریر فرماتے ہیں جس کام کے کرنے کا اللہ کا حکم ہو اور انسان اسے نہ کرے، یہ اثم ہے اور دین میں جو حدیں اللہ نے مقرر کر دی ہیں جو فرائض اپنے یا دوسروں کے بارے میں مقرر فرمائے ہیں، ان سے آگے نکل جانا عدوان ہے۔

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: انصر اخاک ظالماً او مظلوماً۔ کہ اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو خواہ مظلوم ہو تو سوال ہوا کہ یا رسول اللہ! مظلوم ہونے کی صورت میں مدد کرنا ٹھیک ہے لیکن ظالم ہونے کی صورت میں کیسے مدد کریں؟ فرمایا اسے ظلم نہ کرنے دو، ظلم سے روک لو، یہی اس وقت کی اس کی مدد ہے۔ (بخاری و مسلم)

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: الدال علی الخیر کفاعلہ ۔ جو شخص کسی بھلی بات کی دوسرے کو ہدایت کرے وہ اس بھلائی کے کرنے والے جیسا ہی ہے۔ (مسند بزار) امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ یہ صحیح حدیث ہے کہ جو شخص ہدایت کی طرف لوگوں کو بلائے، اسے ان تمام کے برابر ثواب ملے گا جو قیامت تک آئیں گے اور اس کی تابعداری کریں گے اور ان کے ثواب میں کوئی کمی بھی نہیں کی جائے گی اور جو شخص کسی کو برائی یا گناہ کی طرف راغب کرے تو قیامت تک جتنے لوگ اس گناہ یا برائی کو کریں گے، ان سب کا گناہ بھی اس کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا اور ان کے گناہ میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

حدیث: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص کسی ظالم کے ساتھ جائے تاکہ اس کی اعانت و امداد کرے اور وہ جانتا ہو کہ یہ ظالم ہے وہ یقیناً ملت اسلام سے خارج تصوّر ہوگا۔ (طبرانی)

اسی حدیث کی بنیاد پر سلف صالحین نے ظالم بادشاہوں کی حکومت میں کوئی عہدہ قبول کرنے سے سخت احتراز کیا ہے کیونکہ یہ ایک طرح سے ان کے ظلم کی امداد و اعانت ہے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ امام ابو حنیفہؒ کو دو دفعہ قاضی کے منصب کی پیش کش کی گئی مگر انہوں نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ شاید ان کو ادراک تھا کہ ان کا نام استعمال کر کے ان سے غلط فیصلے کروائے جائیں گے۔

تفسیر روح المعانی میں آیت کریمہ: فلن اکون ظہیراً للمجرمین۔ یعنی میں کسی طرح بھی ظالموں کا مددگار نہیں بنوں گا۔ کے تحت یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز آواز دی جائے گی کہ کہاں ہیں ظالم لوگ اور ان کے مددگار یہاں تک کہ وہ لوگ جنہوں نے ظالموں کے قلم، دوات کو درست کیا ہے۔ پھر ان سب کو بلا کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَان: یہ ہے قرآن و سنت کی وہ تعلیم جس نے دنیا میں نیکی، انصاف، ہمدردی اور خوش خلقی پھیلانے کے لئے ملت کے ہر فرد کو ایک داعی بنا کر کھڑا کر دیا ہے اور جرائم و ظلم و جور کے انسداد کے لئے ہر فرد ملت کو سپاہی بنا دیا ہے۔ آج بھی جب کسی ملک میں جنگ کا خطرہ لاحق ہوتا ہے تو شہری دفاع کے محکمے قائم کر کے قوم کے ہر فرد کو کچھ نہ کچھ تربیت دی جاتی ہے تاکہ مشکل وقت میں وہ اپنا اور دوسروں کا دفاع کر سکے۔ اسلام نے اسی اصول کی بنیاد پر تمام لوگوں کو خیر کا داعی اور شر کو روکنے والا اسکاؤٹ بنا دیا ہے۔ اگر معاشرے کا ہر فرد خیر کو پھیلانے والا بن جائے اور مثبت انداز میں شر کو روکنے والا بن جائے تو اصلاح معاشرہ کی یہ تحریک پورے معاشرے کو درست سمت کی طرف لے جا سکتی ہے ورنہ بیچاری پولیس کہاں کہاں تک جرائم کی روک تھام کر سکتی ہے اگر ساری قوم حلال و حرام اور حق و ناحق سے بیگانہ ہو کر جرائم پیشہ بن جائے۔ آج جو جرائم کی کثرت چوری، ڈاکہ، قتل و غارت گری کی فراوانی ہر جگہ اور ہر ملک میں روز بروز زیادہ تر ہوتی جا رہی ہیں اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ ان جرائم کو روکنے میں پبلک اپنی ذمہ داریاں اور فرائض پورے نہیں کر رہی۔ عوام نے یہ سمجھ لیا کہ انسداد جرائم صرف حکومت کا کام ہے۔ وہ ہر جرائم پیشہ کے جرائم پر پردہ ڈالنے کے عادی ہو گئے ہیں۔ اسلام کی تعلیمات کی رو سے انسداد جرائم کے لئے سچی شہادت سے گریز کرنا جرم کی اعانت ہے جو از روئے قرآن سخت گناہ ہے۔

دنیاوی امور میں بھی ایک دوسرے کے ساتھ تعاون

ہر ذی شعور انسان جانتا ہے کہ اس دنیا کا پورا انتظام انسانوں کے باہمی تعاون وتناصر پر قائم ہے۔ یہ تعاون صرف دینی امور میں ہی نہیں دنیاوی امور میں بھی ہے۔ اگر ایک انسان دوسرے انسان کی مدد نہ کرے تو کوئی اکیلا انسان خواہ وہ کتنا ہی عقلمند یا کتنا ہی زور آور یا مالدار ہو، اپنی ضرورت زندگی کو تنہا حاصل نہیں کر سکتا۔ ہر انسان اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں دوسرے ہزاروں، لاکھوں انسانوں کا محتاج ہے۔ ان کے باہمی تعاون وتناصر سے ہی سارا دنیا کا نظام چلتا ہے۔ اور اگر غور کیا جائے تو پیدائش سے لے کر قبر میں دفن ہونے تک کے سارے مراحل میں ایک انسان دوسرے انسان کا محتاج ہے بلکہ اس کے بعد بھی اپنے پیچھے رہنے والوں کی دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کا محتاج رہتا ہے۔

حلال اور حرام کے احکامات کی مزید تفصیل

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۣ وَمَا ذُ بِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ۭ ذٰ لِكُمْ فِسْقٌ--- (مائدہ۔3)

تم پر مرا ہوا جانور اور (بہتا) لہو اور سور کا گوشت اور جس چیز پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے اور جو جانور گلا گھٹ کر مر جائے اور جو چوٹ لگ کر مر جائے اور جو گر کر مر جائے اور جو سینگ لگ کر مر جائے یہ سب حرام ہیں اور وہ جانور بھی جس کو درندے پھاڑ کھائیں۔ مگر جس کو تم (مرنے سے پہلے) ذبح کر لو اور وہ جانور بھی جو تھان پر ذبح کیا جائے اور یہ بھی کہ پاسوں سے قسمت معلوم کرو یہ سب گناہ (کے کام) ہیں----(مائدہ۔3)

Prohibited to you are dead animals, blood, the flesh of swine, and that which has been dedicated to other than Allah, and [those animals] killed by strangling or beating, a fall, or by being gored to death; what is partly eaten by a predator unless you slaughter it; and what is sacrificed on altars. You are also forbidden to draw lots for decisions. This is all sin...(5:3)

جمہور مفسرین کے نزدیک یہ استثناء تمام مذکورہ جانوروں کے لیے ہے یعنی منحقہ، موقوذۃ، متردیۃ، نطیحۃ اور درندوں کا کھایا ہوا، اگر تم انہیں اس حال میں پالو کہ ان میں روح زندگی یعنی زندگی کے آثار موجود ہوں اور پھر تم انہیں شرعی طریقے سے ذبح کر لو تو تمہارے لیے ان کا کھانا حلال ہو گا۔

زندگی کی علامت یہ ہے کہ ذبح کرتے وقت کچھ نہ کچھ اضطراب و حرکت موجود ہو۔ اگر ذبح کرتے وقت کسی قسم کے آثار زندگی موجود نہ ہوں تو سمجھ لو یہ مردہ ہے۔

ذبح کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ بسم اللہ اور تکبیر پڑھ کر تیز دھار آلے سے اس طرح ذبح کیا جائے کہ رگیں کٹ جائیں۔ اگر ذبح کرنے والا مسلمان ہے اور ذبح کرتے وقت بسم اللہ، تکبیر پڑھنا بھول بھی جائے تو بھی ذبح شدہ جانور حلال ہے۔ ذبح کے علاوہ نحر بھی مشروع ہے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ کھڑے جانور کے لبے پر تیز دھار آلہ مارا جاتا ہے جس سے نرخرہ اور خون کی خاص رگیں کٹ جاتی ہے اور سارا خون بہہ جاتا ہے۔ اونٹ کو نحر کیا جاتا ہے۔ بندوق کے شکار کا یہ حکم ہے کہ اگر زخمی جانور کو مرنے سے پہلے باقاعدہ ذبح کر لیا گیا تو وہ حلال ہے۔

وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ: مشرکین اپنے بتوں کے قریب پتھر یا کوئی چیز نصب کر کے ایک خاص جگہ بناتے تھے جسے نصب تھان یا آستانہ کہتے تھے۔ اسی پر وہ بتوں کے نام نذر کیے گئے جانوروں کو ذبح کرتے تھے اور ان کا خون بتوں پر چھڑکتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آستانوں، مقبروں پر جہاں لوگ طلب حاجات کے لیے جاتے ہیں اور وہاں مدفون افراد کی خوشنودی کے لیے یا ان کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں وہ بھی وماذبح علی النصب میں داخل ہیں۔

لیکن اگر جانور قربان کرنے والے کی نیت اللہ کی رضا ہو اور میت کو یا اپنے مرحومین کو ایصال ثواب مقصود ہو اور جانور کو اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے تو پھر کوئی حرج نہیں۔ جیسا کہ مدارس، رفاعی اداروں، یتیم خانوں یا لنگر خانوں میں لوگ صدقہ یا قربانی کے جانور ذبح کرتے ہیں۔ جس میں وہاں ذبح کرنے کا مقصد غرباء و مساکین میں گوشت تقسیم کرنا ہوتا ہے نہ کہ غیر اللہ کی خوشنودی۔

البتہ حالت اضطرار میں مذکورہ بالا تمام محرمات کے کھانے کی اجازت ہے بشرطیکہ مقصد اللہ کی نافرمانی اور حد تجاوز کرنا نہ ہو، صرف جان بچانا مطلوب ہو۔

وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ: استقسام کے معنی طلب قسمت ہیں یعنی تیروں سے قسمت طلب کرنا۔ اس کو انگریزی میں گیم آف چانس کہا جاتا ہے۔ اس کے دو معنی کیے گئے ہیں ایک تیروں کے ذریعے تقسیم کرنا دوسرے تیروں کے ذریعہ قسمت معلوم کرنا مثلاً فال نکالنا وغیرہ۔ پہلے معنی کی بنا پر کہا جاتا ہے کہ جوئے وغیرہ میں ذبح شدہ جانور کی تقسیم کے لیے یہ تیر ہوتے تھے جس میں کسی کو کچھ مل جاتا، کوئی محروم رہ جاتا۔ دوسرے معنی کی رو سے کہا گیا ہے کہ ازلام سے تیر مراد ہیں جن سے وہ کسی کام کا آغاز کرتے وقت فال لیا کرتے تھے۔ انہوں نے تین قسم کے تیر بنا رکھتے تھے۔ ایک افعل (کر) دوسرے

میں لا تفعل (نہ کر) اور تیسرے میں کچھ نہیں ہوتا تھا۔ افعل والا تیر نکل آتا تو وہ کام کر لیا جاتا، لا تفعل والا نکلتا تو نہ کرتے اور تیسرا تیر نکل آتا تو پھر دوبارہ فال نکالتے۔ یہ بھی گویا کہانت، لایعنی کام اور اٹکل پچوں بات تھی، استمداد بغیر اللہ کی ایک شکل تھی، اس لیے اسے بھی ممنوع کیا گیا۔

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ آئندہ کے حالات اور غیب کی چیزیں معلوم کرنے کے جتنے طریقے رائج ہیں، خواہ علم نجوم یا جفر کے ذریعہ یا ہاتھ کے نقوش دیکھ کر یا فال وغیرہ نکال کر یہ سب طریقے استقسام بالازلام کے حکم میں ہیں۔ استقسام بالازلام کا لفظ کبھی قمار یعنی جوئے کے لئے بھی بولا جاتا ہے جس میں قرعہ اندازی یا لاٹری کے طریقوں سے حقوق کی تعیین کی جائے، یہ بھی بنص قرآن حرام ہے جس کو قرآن کریم نے میسر کے نام سے ممنوع قرار دیا ہے۔ اسی لئے حضرت سعید بن جبیر، مجاہد اور شعبی نے فرمایا کہ جس طرح عرب ازلام کے ذریعہ حصے نکالتے اسی طرح فارس وروم میں شطرنج، چوسر وغیرہ کے مہروں سے یہ کام لیا جاتا ہے۔ وہ ازلام کے حکم میں ہیں (مظہری)۔

استخارہ کا حکم

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تیروں سے قسمت معلوم کرنا حرام ہے، ایسا کام کا کرنا فسق، گمراہی، جہالت اور شرک ہے۔ اس کے بجائے اہل ایمان کو حکم ہوا کہ جب تمہیں اپنے کسی کام میں تردد ہو تو تم اللہ تعالیٰ سے استخارہ کر لو، اس کی عبادت کر کے اس سے بھلائی طلب کرو۔ مسند احمد، بخاری اور سنن میں مروی ہے حضرت جابر بن عبد اللہ فرماتے ہیں ہمیں رسول اللہ ﷺ جس طرح قرآن کی سورتیں سکھاتے تھے، اسی طرح ہمارے کاموں میں استخارہ کی تعلیم بھی فرماتے تھے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم سے کسی کو کوئی اہم کام آپڑے تو اسے چاہئے کہ دو رکعت نفل نماز نفل پڑھ کر یہ دعا پڑھے:

اللھم انی استخیرک بعلمک واستقدرک بقدرتک واسئلک من فضلک العظیم فانک تقدر ولا اقدر وتعلم ولا اعلم وانت علام الغیوب اللھم ان کنت تعلم ان ھٰذا الامر--- خیر لی فی دینی ودنیای ومعاشی وعاقبتہ امری فقدرہ لی ویسرہ لی ثم بارک لی فیہ وان کنت تعلم انہ شر لی فی دینی ودنیای ومعاشی وعاقبتہ امری فاصرفہ عنی واقدرلی الخیر حیث کان ثم رضنی بہ۔ (مسند احمد)

یعنی اے اللہ میں تجھ سے تیرے علم کے ذریعہ بھلائی طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کے وسیلے سے تجھ سے قدرت طلب کرتا ہوں اور تجھ سے تیرے بڑے فضل کا طالب ہوں، یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے اور میں محض مجبور ہوں، تو تمام علم والا ہے اور

میں مطلق بے علم ہوں، تو ہی تمام غیب کو بخوبی جاننے والا ہے، اے میرے اللہ اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لئے دین دنیا میں آغاز و انجام کے اعتبار سے بہتر ہی بہتر ہے تو اسے میرے لئے مقدر کر دے اور اسے میرے لئے آسان بھی کر دے اور اس میں مجھے ہر طرح کی برکتیں عطا فرما اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لئے دین کی دنیا زندگی اور انجام کار کے لحاظ سے برا ہے تو اسے مجھ سے دور کر دے اور مجھے اس سے دور کر دے اور میرے لئے خیر و برکت جہاں کہیں ہو مقرر کر دے پھر مجھے اسی سے راضی و ضامند کر دے۔ دعا کے یہ الفاظ مسند احمد میں ہیں۔

اس دعا استخارہ میں هذا الامر جہاں ہے وہاں اپنے کام کا نام لے مثلاً نکاح ہو تو ھذا النکاح، سفر میں ہو تو ھذا السفر، بزنس میں ہو تو ھذا التجارۃ وغیرہ۔

تکمیل دین

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَ تْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِىْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ۭفَمَنِ اضْطُرَّ فِىْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (مائدہ۔3)

آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لیے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے پسند کر لیا ہے۔

Completion and perfection of Faith!

Today I have perfected your faith for you, completed My favour upon you, and chosen Islam as your way. But whoever is compelled by extreme hunger—not intending to sin—then surely Allah is All-Forgiving, Most Merciful.

آیت کی خاص شان نزول: یہ آیت ہجرت کے دسویں سال حجۃ الوداع کے دن یعنی یوم عرفہ میں رسول کریم ﷺ پر نازل ہوئی۔ اس آیت کے نزول کی خاص شان یہ ہے کہ عرفہ کا دن ہے جو تمام سال کے دنوں میں سیّد الایام ہے اور اتفاق سے یہ عرفہ جمعہ کے دن واقع ہوا۔ جس کے فضائل معروف ہیں۔ مقام نزول میدان عرفات ہے۔ میدان عرفات میں بھی جبل رحمت کے نیچے نازل ہوئی جو عرفہ کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نزول رحمت کا خاص مقام ہے۔ وقت عصر کے بعد کا ہے، جو عام دنوں میں بھی مبارک وقت ہے اور خصوصاً یوم جمعہ میں یہ وقت قبولیت دعا کی گھڑی ہے بلکہ عرفہ کے روز بالخصوص دعائیں قبول ہونے کا خاص وقت ہے۔ پھر حج کا عظیم الشان اجتماع، جس میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ صحابہ

کرامؓ شریک ہیں۔رحمۃ للعالمین صحابہ کرامؓ کے ساتھ جبل رحمت کے نیچے موجود ہیں اور حج کے رکن اعظم یعنی وقوف عرفات میں مشغول ہیں۔ان **فضائل وبرکات** اور رحمتوں کے سایہ میں یہ آیت کریمہ رسول کریم ﷺ پر نازل ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت تقریباً **قرآن کی آخری آیت** ہے۔اس کے بعد کوئی آیت احکام سے متعلق نازل نہیں ہوئی۔صرف ترغیب وترہیب کی چند آیتیں ہیں۔جن کا نزول اس آیت کے بعد بتلایا گیا ہے۔اس آیت کے نازل ہونے کے بعد نبی اکرمؐ اس دنیا میں صرف اکیاسی روز بقید حیات رہے،کیونکہ 10 ہجری کی نویں ذی الحجہ میں یہ آیت نازل ہوئی۔اور 11 ہجری کی بارہویں ربیع الاول کو آنحضرتؐ کی رحلت ہوگئی۔

یہ آیت جو اس خاص شان اور اہتمام سے نازل ہوئی اس کا مفہوم بھی ملت اسلام اور مسلمانوں کے لئے ایک بہت بڑی خوشخبری اور بھاری انعام اور اسلام کا طرۃ امتیاز ہے۔جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت آدمؑ کے زمانہ سے جو **دین حق** اور نعمت الٰہیہ کا نزول شروع ہوا تھا اور ہر زمانہ اور ہر خطہ کے مناسب حال اس نعمت کا ایک حصہ اولاد آدم کو عطا ہوتا رہا آج وہ دین اور نعمت مکمل صورت میں خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کی امت کو عطا کردی گئی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس عظیم الشان نعمت کی تکمیل کی خوشی میں مسلمان عید مناتے ہیں یعنی **عید الاضحیٰ**۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول کریم ﷺ اور آپ کی امت یعنی امّت مسلمہ کو **تین خصوصی انعام** عطا فرمانے کی بشارت دی ہے۔ایک تکمیل دین،دوسرے اتمام نعمت،تیسرے دین اسلام کا اس امت کے لئے انتخاب۔اس آیت نے یہ بتلا دیا کہ امت مسلمہ کے لئے دین اسلام ایک بڑی نعمت ہے جو ان کو بخشی گئی ہے۔اور یہی دین ہے جو ہر حیثیت اور جہت سے کامل ومکمل ہے،نہ اس کے بعد کوئی نبی آئے گا نہ نیا دین آئے گا اور نہ ہی دین اسلام میں کوئی کمی بیشی کی جائے گی۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو عام مسلمان اس آیت کو سن کر خوش ہو رہے تھے کہ دین مکمل ہو گیا مگر حضرت عمر فاروقؓ پر **گریہ** طاری تھا۔رسول اللہ ﷺ نے اس رونے کی وجہ پوچھی تو عرض کیا کہ اس آیت میں اس بات کی طرف **اشارہ** ہے کہ اب آپؐ کا قیام اس دنیا میں بہت کم ہے کیونکہ تکمیل دین کے ساتھ **فریضہ نبوت کی تکمیل** بھی ہو جاتی ہے۔رسول کریم ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی۔(تفسیر ابن کثیر وبحر محیط)

ساری پاکیزہ چیزیں حلال ہیں

يَسْــَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ۭ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ۔۔۔ (مائدہ۔4)

لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ ان کے لئے کیا چیزیں حلال کی گئی ہیں۔(ان سے) کہہ دو کہ سب پاکیزہ چیزیں تمہارے لئے حلال ہیں۔(مائدہ۔4)

All good things are permissible!

They ask you, ˹O Prophet,˺ what is permissible for them ˹to eat˺. Say: Everything that is good and lawful is for you. (5:4)

ہر چیز حلال ہے سوائے اس کے جس کو حرام قرار دیا گیا

اس آیت میں ایک لطیف نکتہ پوشیدہ ہے۔مذہبی ذہن کے لوگ اکثر دنیا کی ہر چیز کو حرام سمجھتے ہیں جب تک کہ صراحت کے ساتھ کسی چیز کو حلال نہ قرار دیا جائے۔وہ زندگی کے ہر شعبہ میں حلال اشیاء اور جائز کاموں کی فہرست مانگتے ہیں اور ہر کام اور ہر چیز کو اس شک وشبہ کی نظر سے دیکھنے لگتے ہیں کہ کہیں وہ ممنوع تو نہیں۔یہاں قرآن اسی ذہنیت کی اصلاح کرتا ہے۔پوچھنے والوں کا مقصد یہ تھا کہ انہیں تمام حلال چیزوں کی تفصیل بتائی جائے تاکہ ان کے سوا ہر چیز کو وہ حرام سمجھیں۔جواب میں قرآن نے حرام چیزوں کی تفصیل بتائی اور اس کے بعد یہ عام ہدایت دے کر چھوڑ دیا کہ ساری پاک چیزیں حلال ہیں۔اس طرح قدیم مذہبی نظریہ بالکل الٹ گیا۔قدیم نظریہ یہ تھا کہ سب کچھ حرام ہے بجز اس کے جسے حلال ٹھیرایا جائے۔قرآن نے اس کے برعکس یہ اصول مقرر کیا کہ سب کچھ حلال ہے بجز اس کے جس کی حرمت کی تصریح کر دی جائے۔یہ ایک بہت بڑی اصلاح تھی جس نے انسانی زندگی کو بندشوں سے آزاد کر کے دنیا کی وسعتوں کا دروازہ اس کے لیے کھول دیا۔پہلے حلت کے ایک چھوٹے سے دائرے کے سوا ساری دنیا اس کے لیے حرام تھی۔اب حرمت کے ایک مختصر سے دائرے کو مستثنیٰ کر کے ساری دنیا اس کے لیے حلال ہو گئی۔

حلال کے ساتھ پاک وطیب کی قید بھی لگائی گئی۔اب رہا یہ سوال کہ اشیاء کے پاک یا طیب ہونے کا تعین کس طرح ہو گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جن چیزوں سے ذوق سلیم کراہت محسوس کرے، یا جنہیں مہذب انسان نے بالعموم اپنے فطری احساس نظافت کے خلاف پایا ہو، ان کے ماسوا سب کچھ پاک ہے۔

اہل کتاب کا کھانا حلال ہے

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوْا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّـكُمْ ۖ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۖ۔ (مائدہ۔5)

آج تمہارے لیے ساری پاک چیزیں حلال کر دی گئی ہیں اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا اُن کے لیے۔۔۔(مائدہ۔5)

Dining with People of other Faiths

Today all good, pure foods have been made lawful for you. Similarly, the food of the People of the Book is permissible for you and yours is permissible for them……(5:5)

The food of the People of the Book includes the animals slaughtered by them. The ruling of Qur'an that 'our food is lawful to them and theirs lawful to us' signifies that there need be no barriers between us and the People of the Book regarding food. This ruling of dining applies to all non-Muslims. We may eat with them and they with us. The only exception is that we will not consume prohibited food with them. The next verse of Qur'an explains this point further: All good things have been made lawful to you.

اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَکُمُ الطَّیِّبٰتُ: آج تمہارے لئے حلال ہوئیں سب صاف ستھری چیزیں۔ آج سے مراد وہ دن ہے جس میں یہ آیت اور اس سے پہلی آیات نازل ہوئی ہیں یعنی حجۃ الوداع 10 ھ کا یوم عرفہ۔ مطلب یہ ہے کہ جیسے آج تمہارے لئے دین مکمل کر دیا گیا اور اللہ تعالیٰ کی نعمت تم پر مکمل ہو گئی، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی پاکیزہ چیزیں جو پہلے بھی تمہارے لئے حلال تھیں، دائمی طور پر حلال رکھی گئیں اور ان کے منسوخ ہونے کا احتمال ختم ہوا کیونکہ سلسلہ وحی ختم ہونے والا ہے۔

حلال و حرام کے بیان کے بعد بطور خلاصہ فرمایا کہ تمام پاکیزہ چیزیں حلال ہیں۔ لغت میں طیبات صاف ستھری چیزوں کو کہا جاتا ہے۔ اس لئے آیت کے اس جملہ نے یہ بتلادیا کہ جتنی چیزیں صاف ستھری مفید اور پاکیزہ ہیں وہ انسان کے لئے حلال کی گئیں، اور جو گندی قابل نفرت اور مضر ہیں وہ حرام کی گئی ہیں بالخصوص گوشت جو انسان کے بدن کا اہم جزو بنتا ہے اس میں اس کی احتیاط سب سے زیادہ ضروری ہے کہ کوئی ایسا گوشت اس کی غذا میں داخل نہ ہو جو اس کیلئے جسمانی یا روحانی طور پر مضر ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان دوسرے درندوں یا جانوروں کی طرح نہیں ہے کہ جو مل جائے کھا جائے۔ انسان کو خوراک کے حوالے سے کچھ حدود و قیود کا پابند کیا گیا ہے کیونکہ وہ اشرف المخلوقات ہے۔

وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوْا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّـكُمْ ۖ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ: پھر اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کے کھانے بشمول ان کے ذبح کئے ہوئے جانوروں کی حلت بیان فرمائی۔ علماء اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ اہل کتاب کا کھانا ہمارے لئے حلال ہے۔ (ابن کثیرؒ)

اہل کتاب سے کون مراد ہیں؟

اہل کتاب سے مراد وہ مذاہب ہیں جو آسمانی ہدایت پر ایمان رکھتے ہیں اور آسمانی کتابوں تورات، انجیل کے پیروکار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات اہم ہے کہ قرآن کریم نے جن کو اہل کتاب کا لقب دیا انھیں کی تحریفات اور فاسد عقائد کی بھی نشاندھی فرمائی مثلاً یحرفون الکلم عن مواضعہ۔ دوسرے مقام پر فرمایا: لقد کفر الذین قالو ان اللہ ثالث ثلاثہ۔ اہل کتاب کے ان حقائق و صفات کے باوجود جب قرآن مجید نے ان کو اہل کتاب قرار دیا تو معلوم ہوا کہ جو لوگ بھی اہل کتاب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں وہ اہل کتاب میں داخل ہیں چاہے وہ اپنے مذہب پر کلی یا جزوی طور پر عمل پیرا ہوں یا رسمی طور پر ہی اپنے مذہب سے جڑے ہوں۔ امام ابو بکر جصاصؒ نے احکام القرآن میں نقل کیا ہے کہ حضرت فاروق اعظمؓ کے عہد خلافت میں آپ کے کسی عامل یا گورنر نے ایک خط لکھ کر یہ دریافت کیا کہ یہاں کچھ لوگ ایسے ہیں جو تورات پڑھتے ہیں اور یوم السبت یعنی ہفتہ کے دن کی تعظیم بھی کرتے ہیں مگر قیامت پر ان کا ایمان نہیں، ایسے لوگوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے تحریر فرمایا کہ وہ اہل کتاب ہی کا ایک فرقہ سمجھے جائیں گے۔

غیر مسلموں کے ساتھ کھانے پینے کی اجازت

اس آیت میں اہل کتاب کے ساتھ کھانے پینے کی اجازت ہے جس میں ان کا ذبیحہ بھی شامل ہے۔ ہمارے لیے ان کا اور ان کے لیے ہمارا کھانا حلال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے اور ان کے درمیان کھانے پینے میں کوئی رکاوٹ، کوئی اجنبیت یا چھوت چھات نہیں ہے۔ ہم ان کے ساتھ کھاسکتے ہیں اور وہ ہمارے ساتھ۔ لیکن اگر ان کے کھانے میں حرام چیزیں شامل ہوں تو وہ ہمارے لئے جائز نہیں مثلاً اگر دستر خوان پر شراب یا سور یا کوئی اور حرام چیز ہو تو ہم ان اشیاء کے کھانے میں شریک نہیں ہو سکتے۔ اہل کتاب کے سوا دوسرے عام غیر مسلموں کا بھی یہی حکم ہے۔ ہم ان کے ساتھ اکھٹے بیٹھ کر کھا پی سکتے ہیں۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ ذبیحہ صرف اہل کتاب کا جائز ہے باقی غیر مسلموں کا ذبیحہ ہمارے لئے جائز نہیں البتہ ان کی طرف سے پیش کردہ حلال چیزوں کو استعمال کرنے میں یا ان کو اپنے پاس کھانے کی دعوت پر بلانے میں کوئی حرج نہیں۔

دوسرے مذاہب کے ساتھ معاشرتی تعلقات میں لچک

یہاں اسلام کی رواداری کا ایک نمونہ سامنے آتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں غیر مسلموں کے ساتھ برتاؤ میں لچک بتائی جارہی ہے۔ اسلام غیر مسلموں کو صرف مذہبی آزادی دے کر معاشرے کے اندر الگ تھلک نہیں کر دیتا بلکہ وہ انہیں اجتماعی شرکت اور محبت کا احساس بھی دیتا ہے اور انہیں اسلامی معاشرے میں ضم ہونے کے مواقع بھی فراہم کرتا ہے۔ اسلام غیر مسلموں کا کھانا اہل اسلام کے لئے حلال قرار دیتا ہے۔ اہل اسلام کے لئے یہ بھی جائز قرار دیتا ہے کہ وہ اپنا کھانا غیر مسلموں کو پیش کر سکتے ہیں تاکہ وہ ایک دوسرے سے ملاقات کر سکیں' ایک دوسرے کے مہمان بن سکیں اور باہم مل کر کھاپی سکیں تاکہ معاشرے کے اندر امن و محبت اور رواداری کی فضا وجود میں آئے۔ یہ ایک ایسی رواداری ہے جو اسلام کے سوا کسی اور مذہب کے ہاں شاذونادر ہی ملتی ہوگی۔ معلوم ہوا کہ یہ صرف اسلام ہی ہے جو ایک عالمی معاشرہ قائم کرنے کے اقدامات کرتا ہے۔

اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۡ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ (مائدہ۔5)

اور (اسی طرح) پاک دامن ایماندار عورتیں اور ان لوگوں میں سے پاک دامن عورتیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی (تمہارے لئے حلال ہیں) جب کہ تم انہیں ان کے مَہر ادا کر دو، (مگر شرط) یہ کہ تم (انہیں) قیدِ نکاح میں لانے والے (عفت شعار) بنو نہ کہ (محض ہوس رانی کی خاطر) اِعلانیہ بدکاری کرنے والے اور نہ خفیہ آشنائی کرنے والے، اور جو شخص (اَحکامِ الٰہی پر) ایمان (لانے) سے انکار کرے تو اس کا سارا عمل برباد ہوگیا اور وہ آخرت میں (بھی) نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔

Marriage with Non-Muslim Women

And ˹permissible for you in marriage˺ are chaste believing women as well as chaste women of those given the Scripture before you—as long as you pay them their due compensation, desiring chastity, not unlawful sexual intercourse or taking [secret] lovers. And whoever denies the faith – his work has become worthless, and he, in the Hereafter, will be among the losers. (5:5)

The marriage is allowed with women of people of Scriptures with certain terms and conditions as explained by jurists.

اس آیت میں اہل کتاب عورتوں سے نکاح کی اجازت دی گئی ہے۔ اس حکم کی تفصیلات میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہوا ہے۔ ابن عباسؓ کا خیال ہے کہ یہاں اہل کتاب سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو اسلامی حکومت کی رعایا ہوں۔ فقہاء حنفیہ کے نزدیک بیرونی ممالک کے اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کرنا درست ہے مگر پسندیدہ نہیں ہے۔ سعید بن المسیّبؒ اور حسن بصریؒ اس کے قائل ہیں کہ آیت اپنے حکم میں عام ہے لہٰذا اسلامی ملک یا غیر اسلامی ملک میں فرق کرنے کی ضرورت نہیں۔ حضرت عمرؓ کے نزدیک اس سے مراد اچھے کردار کی حامل عورتیں ہیں۔ آیت کے لفظ وَالْمُحْصَنٰتُ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۫ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ: اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح کی اجازت دینے کے بعد اسی آیت کے آخر میں یہ فقرہ اس لیے تنبیہ کے طور پر ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جو شخص اس اجازت سے فائدہ اٹھائے وہ اپنے ایمان واخلاق سے ہوشیار رہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بیوی کے عشق میں مبتلا ہو کر یا اس کے عقائد اور اعمال سے متاثر ہو کر وہ اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے، یا اخلاق ومعاشرت میں ایسی روش پر چل پڑے جو ایمان کے منافی ہو۔

ذبیحہ اور نکاح کی اجازت میں صرف اہل کتاب کی تخصیص کیوں؟

قرآن نے اہل کتاب کے ذبائح اور ان کی عورتوں سے نکاح کو حلال قرار دیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں مسئلوں میں اہل کتاب کا اصل مذہب آج تک وہی ہے جو اسلام کا طریقہ ہے۔ اگر اس کے خلاف ان کے عوام میں کوئی چیز پائی جاتی ہے تو وہ بعد کی پیداوار ہے ان کا اصل مذہب نہیں۔

چھٹا رکوع: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ--- (مائدہ۔6)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

کھانے کی پاکیزگی کے بعد جسم کی پاکیزگی کے احکامات، اسلامی طہارت یعنی وضو، غسل، تیمّم کے احکامات، ان کا مسنون طریقہ، اللہ تمہارے اوپر تنگی اور مشکل نہیں چاہتے (مایرید اللہ لیجعل علیکم من حرج)، اللہ ہمارے لئے پاکیزگی، اتمام نعمت، شکر گذاری چاہتے ہیں، (یرید لیطھرکم ولیتم نعمتہ علیکم ولعلکم تشکرون)، اللہ کی نعمتوں کی قدر کرو، اللہ کے ساتھ عہد ومیثاق (ومیثاقہ الذی واثقکم بہ)، سمع واطاعت کا درس (سمعنا واطعنا)، شہادت حق یعنی حق و

انصاف کی گواہی، کسی کی دشمنی میں عدل کی راہ سے نہ ہٹو(ولا یجرمنّکم شنان قوم علیٰ ان لا تعدلو)، عدل و انصاف کو قائم کرو(اعدلو ھو اقرب للتقوٰی)، سچی گواہی کی تاکید، ووٹ بھی ایک گواہی ہے، جھوٹی گواہی میں کونسی چیزیں داخل ہیں، جھوٹے سرٹیفکیٹ، جھوٹی سندیں، جھوٹی سفارش، ایمان و عمل صالح پر اجر عظیم کا وعدہ، اللہ پر توکل اور بھروسہ(وعلیٰ اللہ فلیتوکّل المومنون)۔

کھانے کی پاکیزگی کے بعد جسم کی پاکیزگی اور طہارت کا بیان

دین اسلام عبادات اور معاملات دونوں کا مجموعہ ہے۔

اسلامی طہارت: وضو، غسل، تیمّم کے احکامات

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَی الْكَعْبَیْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤی اَوْ عَلٰی سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَیْدِیْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَكُمْ وَ لِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔(مائدہ۔6)

اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اٹھو تو اپنے منہ دھولو اور ہاتھ کہنیوں تک اور اپنے سروں پر مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھولو اور اگر تم ناپاک ہو تو نہالو اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا کوئی تم میں سے جائے ضرور سے آیا ہو یا عورتوں کے پاس گئے ہو پھر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے تیمم کرتے ہوئے اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرو، اللہ تم پر تنگی کرنا نہیں چاہتا لیکن تمہیں پاک کرنا چاہتا ہے اور تاکہ اپنا احسان تم پر پورا کرے تاکہ تم شکر کرو۔

O You who have believed! When you get up for prayer, wash your faces and your hands up to the elbows, wipe your heads, and wash your feet to the ankles. And if you are in a state of ˹full˺ impurity, then take a full bath. But if you are ill, on a journey, or have relieved yourselves, or have been intimate with your wives and cannot find water, then purify yourselves with clean earth by wiping your faces and hands (Perform dry ablution).

It is not Allah's desire to burden you, but to purify you and complete His favour upon you, so perhaps you will be grateful. (5:6)

وضواور تیمّم کے احکامات

شان نزول: بخاری میں اس آیت کی شان نزول کے بارے میں آتا ہے کہ ایک سفر میں بیداء کے مقام پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہار گم ہو گیا جس کی وجہ سے وہاں پر رکنا پڑا۔ صبح کی نماز کے لئے لوگوں کے پاس پانی نہ تھا اور تلاش ہوئی تو پانی دستیاب بھی نہیں ہوا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی جس میں تیمم کی اجازت دی گئی ہے۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے آیت سن کر کہا اے آل ابی بکر! تمہاری وجہ سے اللہ نے لوگوں کے لئے برکتیں نازل فرمائی ہیں یہ تمہاری کوئی پہلی برکت نہیں ہے۔ (تم لوگوں کے لئے سراپا برکت ہو)۔ (بخاری)

نبی اکرم ﷺ نے اس حکم کی جو تشریح فرمائی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ منہ دھونے میں کلی کرنا اور ناک صاف کرنا بھی شامل ہے، بغیر اس کے منہ دھونے کی تکمیل نہیں ہوتی۔ اور کان چونکہ سر کا ایک حصہ ہیں اس لیے سر کے مسح میں کانوں کے اندرونی و بیرونی حصوں کا مسح بھی شامل ہے۔ نیز وضو شروع کرنے سے پہلے ہاتھ دھو لینے چاہئیں تاکہ جن ہاتھوں سے آدمی وضو کر رہا ہو وہ خود پہلے پاک ہو جائیں۔

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: لا يقبل الله صلوٰة بغير طهور ولا صدقته من غلول۔
اللہ تعالیٰ بغیر طہارت کے نماز کو اور چوری کے مال میں سے صدقہ کو قبول نہیں فرماتے۔ (ترمذی)

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مفتاح الجنة الصلوٰة و مفتاح الصلوٰة الطهور۔
جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی طہارت ہے۔ (مسند احمد)

حدیث: فتح مکہ والے دن آپؐ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا اور اسی ایک وضو سے کئی نمازیں ادا کیں، یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! آج آپ نے وہ کام کیا جو آج سے پہلے نہیں کرتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں میں نے بھول کر ایسا نہیں کیا بلکہ جان بوجھ کر قصداً یہ کیا ہے۔ (مسلم)

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: الطُّهُورُ شَطْرُ الإِيْمَانِ، والحَمْدُ للهِ تَمْلأُ المِيزانَ، وسُبْحَانَ اللهِ والحَمْدُ للهِ تَمْلآنِ – أَو تَمْلأُ – مَا بَيْنَ السَّمَاءِ والأَرْضِ، وَالصَّلاةُ نُورٌ، والصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ،

وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ، وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَو عَلَيْكَ، كُلُّ النَّاسِ يَغْدُو فَبَائِعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا أَو مُوبِقُهَا.

طہارت(وضو، غسل) آدھا ایمان ہے،اور(الحمدللہ)پورے میزان کو بھر دیتا ہے،اور(سبحان اللہ والحمدللہ) آسمان اور زمین کے درمیان موجود سارے خلا کو بھر دیتا ہے،اور نماز نور ہے،اور صدقہ دلیل ہے،اور صبر روشنی ہے،اور قرآن آپ کے حق میں یا آپ کے خلاف حجت ہے،اور تمام لوگ صبح کے وقت اپنے گھروں سے نکلتے ہیں،پس اپنے نفس کو بیچتے ہیں یا تو(اعمالِ صالحہ کے ذریعے)اسے جہنم سے آزاد کرا لیتے ہیں،یا پھر(برے اعمال اختیار کرکے)اسے(جہنم کا عذاب مول لیکر)برباد کر ڈالتے ہیں۔(مسلم)

وضو اور غسل کے احکامات

وضو کا طریقہ:

وضو کے اعضاء کو کم از کم ایک دفعہ اور زیادہ سے زیادہ تین دفعہ دھونا چاہیئے۔

تین دفعہ سے زیادہ دھونا پانی کا اسراف ہے اور گناہ ہے۔

وضو کے اعضاء کے دھونے کی ترتیب:

وُضو کیلیۓ نیّت کرنا سنّت ہے،

دونوں ہاتھ دھونا۔

مِسواک(سنّت ہے)،

کُلی کرنا،

ناک جھاڑنا،

سارا چہرہ دھونا،

داڑھی کا خلال(اگر ضرورت ہو)،

بازو کہنیوں سمیت دھونا،

چوتھائی سر کا مسح،

دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا۔

دعا وضو سنّت ہے

خلاصہ کلام:

قرآن میں وضو، غسل اور تیمم کا اتنے اہتمام سے ذکر اس بات کی دلالت کرتا ہے کہ اسلام میں نماز کی کتنی اہمیت ہے۔ غسل، وضو کیلئے پانی نہ ملے تو تیمّم کرلو۔ اسی طرح صلوٰۃ الخوف، صلوٰۃ المریض کے احکامات بذات خود اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اسلام میں نماز کی کتنی اہمیت ہے۔ اسلام مشکل اوقات بھی نماز کو جان بوجھ کر چھوڑنے کی اجازت نہیں دیتا۔ دن میں پانچ بار بندے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے رب سے ہمکلام ہو۔ نماز نور اور روشنی ہے، نماز بندہ مومن کی معراج ہے، جسم کی طہارت ہے، دل اور روح کا سکون ہے، آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، گناہوں کی مغفرت کا ذریعہ ہے، اللہ کی رضا ہے، قبر کی ظلمت میں چراغ ہے، قیامت کے دن سرکار دوعالمؐ کی شفا ہے۔

نماز کی اہمیت پر مولانا رومیؒ کی حکایت: چراغِ ابلیس

اللہ کی نعمتوں کی قدر کرو

سمع و اطاعت کا جذبہ

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِیْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۔ (مائدہ۔7)

اللہ نے تم کو جو نعمت عطا کی ہے اس کا خیال رکھو اور اُس پختہ عہد و پیمان کو نہ بھولو جو اُس نے تم سے لیا ہے، یعنی تمہارا یہ قول کہ "ہم نے سنا اور اطاعت قبول کی" اللہ سے ڈرو، اللہ دلوں کے راز تک جانتا ہے۔

Be mindful of Allah’s favour and Listen & Obey

Remember Allah’s grace upon you and the covenant He made with you when you said, “We hear and obey.” And be mindful of Allah. Surely Allah knows best what is ˹hidden˺ in the heart. (5:7)

The grace mentioned here denotes illuminating the Straight Way.

شہادت حق: ہمیشہ حق کی گواہی دو

اس آیت میں امت مسلمہ کیلئے ایک عہد الٰہی کا ذکر ہے۔اس کو عام الفاظ میں شہادت حق یا سچی گواہی کا نام دیا جاتا ہے۔اس میں یہ بات ہے کہ یہ امت پوری انسانیت کے لئے عدل و انصاف کی نگران ہو گی۔ ایسا انصاف کہ اس کے ترازو کا کوئی پلڑا دوستی اور دشمنی کی وجہ سے جھک نہ جائے، اس پر رشتہ داری اور خواہشات نفسانیہ کے اثرات بھی نہ ہوں اور نہ وہ کسی مصلحت سے متاثر ہو۔یہ عدل صرف ذات باری کی رضا کے لئے ہو اور اس میں انصاف کرنے والا موثرات دنیا میں سے کسی موثر سے اثر نہ لے اور یہ انصاف اس شعور کے تحت ہو کہ اللہ رقیب اور نگہبان ہے اور خفیہ ترین گوشوں سے باخبر ہے۔

اس حق کی گواہی کی مزید وضاحت اگلی آیت کے اندر بیان کی جارہی ہے:

کسی کی دشمنی میں عدل کی راہ سے نہ ہٹو

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۚ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔

اے ایمان والو! اللہ کے واسطے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو۔ انصاف کرو کہ یہی بات تقویٰ کے زیادہ نزدیک ہے۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ اس سے خبردار ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ سورۃ المائدۃ-8

Always Stand for Justice and Fairness!

O You who have believed! Stand firm for Allah and bear true testimony. Do not let the hatred of a people lead you to injustice. Be just! That is closer to righteousness. And be mindful of Allah. Surely Allah is All-Aware of what you do. (5:8)

حق اور سچ کی گواہی

جس طرح اسلام نے انسانی مساوات کا درس دیا ہے اسی طرح انسانوں کے درمیان ہر معاملے میں انصاف کرنے کی تعلیم بھی دی ہے۔اور اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ خواہ کسی معاملے میں تمھیں نقصان اٹھانا پڑے لیکن ہمیشہ سچی گواہی، انصاف اور راستی کو ہی اختیار کرو۔ خواہ معاملہ دوستوں سے ہو یا دشمنوں سے عدل و انصاف کے حکم پر قائم رہو۔نہ کسی تعلق کی رعایت سے اس میں کمزوری آنی چاہیے اور نہ کسی دشمنی و عداوت سے۔ دوسری ہدایت یہ ہے کہ سچی شہادت اور حق بات کے

بیان کرنے سے پہلو تہی نہ کی جائے۔ تاکہ فیصلہ کرنے والوں کو حق اور صحیح فیصلہ کرنے میں دشواری پیش نہ آئے۔ قرآن کریم نے تاکید فرمائی ہے کہ لوگ سچی گواہی دینے میں کوتاہی اور سستی نہ برتیں۔ولا تکتموا الشھادۃ۔۔۔یعنی گواہی کو ہرگز نہ چھپاؤ اور جو شخص چھپائے گا اس کا دل گنہگار ہوگا۔ قرآن کریم نے جہاں سچی گواہی دینے کو لازم وواجب قرار دیا، وہیں یہ بھی ارشاد فرمایا: ولا یضار کاتب ولا شھید۔ یعنی معاملہ کی تحریر لکھنے والوں اور گواہوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔

آج کی عدالتوں اور ان میں پیش ہونے والے مقدمات کی اگر صحیح تحقیق کی جائے تو معلوم ہوگا کہ سچے گواہ شاذونادر کہیں ملتے ہیں۔ سمجھ دار شریف آدمی جہاں کوئی واقعہ دیکھتا ہے وہاں سے بھاگتا ہے کہ کہیں گواہی میں نام نہ آجائے۔ پولیس ادھر ادھر کے گواہوں سے خانہ پری کرتی ہے اور نتیجہ اس کا وہی ہو سکتا ہے جو رات و دن مشاہدہ میں آرہا ہے کہ زیادہ تر مقدمات میں حق و انصاف پر فیصلہ نہیں ہو سکتا اور عدالتیں بھی مجبور ہیں کیونکہ جیسی شہادتیں ان کے پاس پہنچتی ہیں انہیں کی بنیاد پر فیصلہ کر سکتی ہیں۔اسی وجہ سے اسلام نے یہ اصولی ہدایت دی کہ گواہی کو نہ چھپایا جائے اور گواہوں کو پریشان نہ کیا جائے۔ کسی بھی سوشل جسٹس سسٹم میں یہ دونوں چیزیں انتہائی ضروری ہیں۔

سچی گواہی میں کون کون سی چیزیں داخل ہیں؟

لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سچی گواہی صرف عدالتوں میں دی جاتی ہے مگر قرآن وسنت کی اصطلاح میں لفظ شہادت اس سے زیادہ وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ بے شمار مواقع پر سچی گواہی دینا ضروری ہوتی ہے مثلاً کسی بیمار کو میڈیکل سرٹیفکیٹ دینا کہ یہ ڈیوٹی ادا کرنے کے قابل نہیں یا نوکری کرنے کے قابل نہیں یہ بھی ایک شہادت ہے لہٰذا اگر اس میں حقیقت کے خلاف لکھا گیا تو وہ جھوٹی شہادت ہو کر گناہ کبیرہ ہو گیا۔ امتحانات کے نمبر، سند و سرٹیفکٹ اور انتخابات کے ووٹ سب شہادت کے حکم میں داخل ہیں۔ اسی طرح امتحانات میں طلباء کے پرچوں پر مارکنگ بھی ایک شہادت ہے۔ اگر جان بوجھ کر یا لاپرواہی سے نمبروں میں کمی بیشی کر دی تو وہ بھی جھوٹی شہادت ہے اور حرام اور سخت گناہ ہے۔ کامیاب ہونے والے فارغ التحصیل طلباء کو ڈگری یا سرٹیفکیٹ دینا اس کی شہادت ہے کہ وہ متعلقہ کام کی اہلیت وصلاحیت رکھتا ہے۔ اگر وہ شخص واقع میں ایسا نہیں ہے تو اس سرٹیفکیٹ یا سند پر دستخط کرنے والے سب کے سب شہادت کاذبہ کے مجرم ہو جاتے ہیں۔

ووٹ بھی ایک گواہی ہے

اسی طرح اسمبلیوں اور کونسلوں وغیرہ کے انتخاب میں کسی امیدوار کو ووٹ دینا بھی ایک شہادت اور گواہی ہے۔ جس میں ووٹ دہندہ کی طرف سے اس بات کی گواہی دی جاتی ہے کہ ہمارے نزدیک یہ شخص اپنی استعداد اور قابلیت کے اعتبار سے بھی اور دیانت وامانت کے اعتبار سے عوام کا نمائندہ بننے کا اہل ہے۔ اب غور کیجئے کہ اتنے اہم معاملے کو آج کل محض ہار جیت کا کھیل سمجھا جاتا ہے۔ ووٹ کا حق کبھی پیسوں کے عوض میں فروخت ہوتا ہے، کبھی کسی دباؤ کے تحت استعمال کیا جاتا ہے، کبھی

ناپائدار دوستوں اور ذلیل وعدوں کے بھروسہ پر اس کو استعمال کیا جاتا ہے۔ اور تو اور لکھے پڑھے دیندار مسلمان بھی نااہل لوگوں کو ووٹ دیتے وقت کبھی یہ محسوس نہیں کرتے کہ ہم یہ جھوٹی گواہی دے کر سخت گناہگار بن رہے ہیں۔

الیکشن میں ووٹ دینے کی از روئے قرآن ایک دوسری حیثیت بھی ہے جس کو سفارش کہا جاتا ہے کہ ووٹ دینے والا گویا یہ سفارش کرتا ہے کہ فلاں امیدوار کو نمائندگی دی جائے۔ ارشاد ہے: ومن یشفع شفاعة حسنة یکن لہ نصیب منھا۔۔۔ یعنی جو شخص اچھی اور سچی سفارش کرے گا، تو جس کے حق میں سفارش کی ہے اس کے نیک عمل کا حصہ اس کو بھی ملے گا اور جو شخص بری سفارش کرتا ہے، یعنی کسی نااہل اور برے شخص کو کامیاب بنانے کی سعی کرتا ہے اس کو اس کے برے اعمال کا حصہ ملے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ منتخب شخص دوران مدت جتنے غلط اور ناجائز کام کرے گا، کرپشن کرے گا، ان سب کا وبال ووٹ دینے والے کو بھی پہنچے گا۔ ووٹ کی ایک تیسری شرعی حیثیت وکالت کی ہے کہ ووٹ دینے والا اس امیدوار کو اپنی نمائندگی کے لئے وکیل بناتا ہے۔ یہ وکالت ایسے حقوق کے متعلق ہے جن میں اس کے ساتھ پوری قوم شریک ہے۔ اس لئے اگر کسی نااہل کو اپنی نمائندگی کے لئے ووٹ دے کر کامیاب بنایا تو پوری قوم کے حقوق کو پامال کرنے کا گناہ بھی اس کی گردن پر رہا۔

خلاصہ یہ کہ جس طرح نیک صالح، اہل آدمی کو ووٹ دینا موجب ثواب ہے اسی طرح نااہل یا بے دین شخص کو ووٹ دینا جھوٹی شہادت بھی ہے اور بری شفاعت بھی اور ناجائز وکالت بھی اور اس کے تباہ کن ثمرات بھی اس کے نامہ اعمال میں لکھے جائیں گے۔ اس لئے ہر مسلمان ووٹر پر فرض ہے کہ ووٹ دینے سے پہلے اس کی پوری تحقیق کر لے کہ جس کو ووٹ دے رہا ہے کیا وہ کام کی صلاحیت رکھتا ہے یا نہیں، دیانت دار ہے یا نہیں تا کہ محض غفلت و لاپرواہی کی وجہ سے ان کبیرہ گناہوں کا مرتکب نہ ہو۔

ایمان و عمل صالح پر اجر عظیم کا وعدہ

وَعَدَاللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَـهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ (مائدہ۔9)

جو لوگ ایمان لائیں اور نیک عمل کریں، اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ ان کی خطاؤں سے درگزر کیا جائے گا اور انہیں بڑا اجر ملے گا۔

Faith and Good Works

Allah has promised forgiveness and a great reward to those who have faith and do good works. (5:9)

ایمان و نیک اعمال پر اجر عظیم اور انکار و تکذیب پر عذاب کی وعید۔

اللہ پر توکل اور بھروسہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔ (مائدہ۔11)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جب ایک قوم نے تمہاری طرف (بری نیت کے ساتھ) ہاتھ بڑھانے کا ارادہ کیا تو اللہ نے ان کے ہاتھوں کو تم تک پہنچنے سے روک دیا اور اللہ سے ڈرتے رہو کہ صاحبان ایمان اللہ ہی پر بھروسہ کرتے ہیں۔

Trust and reliance on Allah

O you who have faith! Remember Allah's favour upon you: when a people sought to harm you, but He held their hands back from you. Be mindful of Allah. And in Allah let the believers put their trust. (5:11)

اس آیت کی شان نزول میں مفسرین نے متعدد واقعات بیان کئے ہیں۔ مثلاً اس اعرابی کا واقعہ کہ رسول اللہ ﷺ ایک سفر سے واپسی پر ایک درخت کے سائے میں آرام فرما تھے، تلوار درخت سے لٹکی ہوئی تھی اس اعرابی نے تلوار پکڑ کر آپؐ پر سونت لی اور کہنے لگا۔ اے محمدؐ! آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ آپؐ نے بلا تامل فرمایا: اللہ (یعنی اللہ بچائے گا) یہ کہنا تھا کہ تلوار ہاتھ سے گر گئی۔ بعض کہتے ہیں کعب بن اشرف اور اس کے ساتھیوں نے نبی کریمؐ اور آپؐ کے اصحاب کے خلاف دھوکا اور فریب سے نقصان پہنچانے کی سازش تیار کی تھی، جس سے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بچایا۔ ممکن ہے یہ سارے ہی واقعات اس کا سبب نزول ہوں کیونکہ بعض دفعہ ایک آیت کے نزول کے کئی اسباب و عوامل ہو سکتے ہیں۔ (بحوالہ تفسیر ابن کثیر و فتح القدیر)

اللہ کے ساتھ عہد و میثاق

سورۃ مائدہ کی ساتویں آیت جو پہلے گزر چکی ہے، اس میں حق تعالیٰ نے مسلمانوں سے ایک عہد و میثاق لینے اور ان کے ماننے اور تسلیم کر لینے کا ذکر فرمایا: واذکروا نعمة اللّٰه علیکم ومیثاقه۔۔ یہ میثاق اللہ اور رسول کی اطاعت اور احکام شرعیہ کے اتباع کا میثاق ہے۔ جس کا اصطلاحی عنوان کلمہ لا اللہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔ اور ہر کلمہ گو مسلمان اس میثاق کا پابند ہے۔ دین اسلام اپنی اساس کے اعتبار سے ایک ہی دین ہے جو حضرت آدمؑ سے شروع ہو کر حضرت محمد ﷺ پر مکمل ہوا۔ عہد الٰہی یعنی اللہ کا اپنے بندوں کے ساتھ عہد و مثاق بھی ایک ہی ہے کہ وہ ایمان لائیں' اللہ کو وحدہ لاشریک سمجھیں صرف اسی کی عبادت کریں، اس کی بندگیوں کے ساتھ اور بندگیاں شامل نہ کریں۔ یہ ایک ایسا میثاق ہے جو انسان کی سمت درست کر دیتا

ہے، صحیح نظریات کو متعین کر دیتا ہے، صحیح عبادات، صحیح معاملات کو متعین کر دیتا ہے اور اسلام کے اجتماعی نظام کی بنیادوں کی نشاندی کرتا ہے۔

اس کے بعد کی آیت میں اس میثاق کے اہم نکات یعنی خاص خاص احکام شرعیہ کا بیان فرمایا ہے جس میں دوست دشمن سب کے لئے عدل وانصاف اور رواداری کی تعلیم دی گئی ہے۔ یہ میثاق خود بھی اللہ تعالیٰ کا ایک بڑا انعام ہے، اسی لئے اس کو اذکرو نعمۃ اللہ سے شروع کیا گیا ہے۔ آیت مذکورہ کو پھر اسی جملہ: اذکروا نعمت اللّٰہ علیکم۔۔سے شروع کرکے یہ بتلانا مقصود ہے کہ مسلمانوں نے اپنے اس عہد ومیثاق کی پابندی کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا وآخرت میں سربلندی عطا فرمائی اور دشمنوں کے مقابلہ میں ان کی مدد فرمائی اور ان کی کسی سازش اور چال (بشمول حضورؐ کے قتل کی ناپاک سازش) کو کامیاب نہیں ہونے دیا۔ آیت مین اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ۔ میں اسی طرف اشارہ ہے یعنی جب ایک قوم نے تمہاری طرف (بری نیت کے ساتھ) ہاتھ بڑھانے کا ارادہ کیا تو اللہ نے ان کے ہاتھوں کو تم تک پہنچنے سے روک دیا۔ (مائدہ۔11)۔ اس آیت میں خاص طور پر اس کا ذکر ہے کہ دشمنوں نے بارہار سول کریم ﷺ اور مسلمانوں کے مٹا دینے اور قتل وغارت کر دینے کے منصوبے بنائے اور تیاریاں کیں، مگر اللہ تعالیٰ نے سب کو خائب وخاسر کر دیا۔

اس آیت میں ایک اشارہ تو یہ ہے کہ یہ انعام خداوندی صرف رسول کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اس نصرت و امداد اور غیبی حفاظت کا اصلی سبب تقویٰ اور توکل ہے جو قوم یا فرد جس زمانہ اور جس مکان میں ان دو وصفوں کو اختیار کرے گا اس کو بھی ایسی ہی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفاظت وحمایت ہوگی۔

شاعر نے خوب کہا ہے:

؎ فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس جملہ کو سابقہ آیات کے ساتھ جوڑا جائے جن میں بدترین دشمنوں کے ساتھ حسن سلوک اور عدل و انصاف کے احکام دئے گئے ہیں تو اس آیت میں اہل اسلام کو یہ بتایا گیا کہ اگر تم تقویٰ کو شعار بنالو اور اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرنے والے رہو تو یہ رواداری اور حسن سلوک تمہارے لئے قطعاً مضر نہیں ہوگا اور دشمنوں کو مخالفت کی جرأت کے بجائے تمہارے قریب لانے اور باہمی خیر سگالی کا سبب بنے گا۔

اس آیت میں یہ بھی سبق ہے کہ تقویٰ اور خوف خدا ہی وہ چیز ہے جو کسی انسان کو عہد و میثاق کی پابندی پر ظاہراً وباطناً مجبور کر سکتا ہے۔ جہاں یہ تقویٰ یعنی خوف خدا نہیں ہوتا وہاں عہد ومیثاق کا وہی حشر ہوتا ہے جو آج کل عام لوگوں میں دیکھا جاتا ہے، اس لئے اوپر کی جس آیت میں میثاق کا ذکر ہے، وہاں بھی آخر آیت میں واتقوا اللّٰہ فرمایا گیا تھا۔ اور یہاں پھر اس کا اعادہ کیا گیا۔

ساتواں رکوع: وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ۔۔۔ (مائدہ۔12)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

بنی اسرائیل سے میثاق، عہد الٰہی کے اہم نکات: اقامت نماز، ادائے زکوٰۃ، اللہ کو قرض حسنہ، تمام رسولوں پر ایمان اور ان کی تعظیم، میثاق الٰہی کو توڑنے کی وجہ سے اللہ کی رحمت سے دوری، الفاظ کا ہیر پھیر (یحرفون الکلم عن مواضعہ)، اس سب کے باوجود مخالفین و معاندین سے رویہ: فاعف عنھم واصفح، نصاریٰ سے عہد، قرآن کے دو مزید نام: کتاب نور و ہدایت، اللہ قرآن کے ذریعے ہدایت اور صراط مستقیم عطا فرماتا ہے: یخرجھم من الظلمٰت الی النّور، چند عقائد باطلہ کا بیان، غلط عقائد و نظریات کی نشاندہی اور اصلاح کی کوشش، رسول اللہؐ کی چند صفات: بشیر ونذیر، فترت وحی کے بعد آخری رسول، اللہ ہر چیز پر قادر ہے: انّ اللہ علیٰ کل شی قدیر۔

بنی اسرائیل سے میثاق

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاۗءَ السَّبِيْلِ۔ (مائدہ۔12)

اور اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا اور ہم نے ان میں سے بارہ ناظم مقرر کیے اور اللہ نے کہا میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز کی پابندی کرو گے اور زکوٰۃ دیتے رہو گے اور میرے سب رسولوں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے اور اللہ کو قرض حسنہ دیتے رہو گے تو میں ضرور تمہارے گناہ تم سے دور کر دوں گا اور تمہیں باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں پھر جو کوئی تم میں سے اس کے بعد انکار کی روش اختیار کرے تو اس نے سیدھے راستے کو گم کر دیا۔ (مائدہ۔12)

Allah made a covenant with the Children of Israel and appointed twelve Guardians from among them and ˹then˺ said, "I am truly with you. If you establish prayer, pay alms-tax, believe in My messengers, support them, and lend to Allah a good loan, I will certainly forgive your sins and admit you into Gardens under which rivers flow. And whoever among you disbelieves afterwards has truly strayed from the Right Way." (5:12)

The word naqib in Arabic denotes supervisor and censor. There were twelve tribes and each tribe was required to appoint one of its members as a *Naqib* (Community Leader) to look after their affairs and try to prevent them from becoming victims of moral corruption.

نقیب کے معنی نگرانی اور تفتیش کرنے والے کے ہیں۔ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر قبیلہ پر ایک ایک نقیب خود اسی قبیلہ سے مقرر کرنے کا حکم دیا تھا تاکہ وہ ان کے حالات پر نظر رکھے اور انہیں بے دینی و بداخلاقی سے بچانے کی کوشش کرتا رہے۔ بائیبل کی کتاب گنتی میں بارہ سرداروں کا ذکر موجود ہے، مگر قرآن ان کی حیثیت اخلاقی و دینی نگران کار کی قرار دیتا ہے۔

جس وقت انصار مدینہ رسول کریم ﷺ کو مدینہ کے لئے دعوت دینے کے لیے حاضر ہوئے اور آپؐ نے ان سے بذریعہ بیعت معاہدہ لیا تو اس معاہدہ میں بھی انصار کے بارہ سرداروں نے ذمہ داری لے کر آنحضرتؐ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی ان میں تین سردار قبیلہ اوس کے اور نو قبیلہ خزرج کے تھے۔ (ابن کثیر)

آیت کے اگلے حصّے میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو وہ عہد اور میثاق پورا کرنے کی تاکید کی جو اس نے حضرت محمد ﷺ کے ذریعے سے لیا اور انہیں قیام عدل اور شہادت حق کا حکم دیا اور صراط مستقیم پر چلنے کی تاکید کی تھی۔ انہیں وہ انعامات یاد کرائے جو ان پر ظاہراً و باطناً ہوئے اور بالخصوص یہ بات کہ انہیں راہ حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی تو اب اس مقام پر اس عہد کا ذکر فرمایا جارہا ہے جو بنی اسرائیل سے لیا گیا اور جس میں وہ ناکام رہے۔ یہ گویا بالواسطہ مسلمانوں کو تنبیہ ہے کہ تم بھی کہیں بنو اسرائیل کی طرح عہد و میثاق کو پامال کرنا شروع نہ کر دینا۔

آیت میں میثاق کی اہم دفعات بیان کرنے کے بعد بھی یہ بتلادیا کہ اگر تم نے میثاق کی پابندی کی تو اس کی جزاء یہ ہوگی کہ تمہارے پچھلے گناہ معاف کر دئے جائیں گے اور دائمی راحت و عافیت کی بے مثال جنت میں رکھا جائے گا اور آخر میں یہ بھی بتلادیا کہ ان تمام واضح بیانات و ارشادات کے بعد بھی اگر کسی نے کفر و سرکشی اختیار کی تو وہ ایک صاف سیدھی راہ چھوڑ کر اپنے ہاتھوں تباہی کے گڑھے میں جا گرا۔

عہد الٰہی کو توڑنے کی وجہ سے اللہ کی رحمت سے دوری

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔ (مائدہ۔13)

پھر یہ اُن کا اپنے عہد کو توڑ ڈالنا تھا جس کی وجہ سے ہم نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا اور ان کے دل سخت کر دیے۔ اب ان کا حال یہ ہے کہ الفاظ کا الٹ پھیر کر کے بات کو کہیں سے کہیں لے جاتے ہیں، جو تعلیم انہیں دی گئی تھی اُس کا بڑا حصہ بھول چکے ہیں، اور آئے دن تمھیں ان کی کسی نہ کسی خیانت کا پتہ چلتا رہتا ہے ان میں سے بہت کم لوگ اس عیب سے بچے ہوئے ہیں۔ لہٰذا انہیں معاف کرو اور ان کی حرکات سے چشم پوشی کرتے رہو، اللہ اُن لوگوں کو پسند کرتا ہے جو احسان کی روش رکھتے ہیں۔

Then, for their breach of the covenant We cast them away from Our mercy and caused their hearts to harden. They distorted the words of the Scripture and neglected a portion of what they had been commanded to uphold. You ˹O Prophet˺ will always find deceit on their part, except for a few. But pardon them and overlook their deeds. Indeed, Allah loves the good doers. (5:13)

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً: یعنی ہم نے ان کی بدعہدی اور میثاق کی خلاف ورزی کی سزا کے طور پر ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا تھا، اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا کہ اب ان میں کسی چیز کی گنجائش نہ رہی کیونکہ انہوں نے عہد الٰہی کو جان بوجھ کر توڑ دیا تھا، انہوں نے اپنے انبیاء کو ناحق قتل کیا، انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو قتل اور سزائے موت دلوانے کی سازش کی، انہوں نے اپنی کتاب توراۃ میں تحریف کی، انہوں نے اپنی شریعتوں کو بھلا دیا اور کسی بھی شریعت کو قابل عمل نہ سمجھا۔ انہوں نے نبی آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی بابت نہایت ہی مکارانہ ٗ معاندانہ اور غیر شریفانہ موقف اختیار کیا۔ انہوں نے رسول اللہؐ کے ساتھ خیانت کی اور حضورؐ کے ساتھ کئے ہوئے معاہدوں کی خلاف ورزی کی اس لئے وہ اللہ کی ہدایت سے نکل گئے، ان کے دل سخت ہو گئے اور وہ اس قابل ہی نہ رہے کہ وہ ہدایت قبول کر سکیں۔

اللہ کی رحمت سے دوری کی یہ سزا صرف بنی اسرائیل کے گناہگاروں کے ساتھ خاص نہیں۔ جو بھی ان گناہوں اور جرائم کا ارتکاب کرے گا وہ اللہ کی رحمت محروم ہو گا، اس کا دل سخت ہو جائے گا اور ہدایت قبول نہیں کرے گا۔

اسی رحمت سے دوری اور دلوں کی سختی کو قرآن کریم نے سورۃ مطففین میں ران (زنگ) کے لفظ سے تعبیر فرمایا: كلا بل ران على قلوبهم ماكانوا يكسبون۔ یعنی قرآنی آیات بینات اور کھلی ہوئی نشانیوں سے انکار کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دلوں پر ان کے گناہوں کی وجہ سے زنگ لگ گیا ہے۔

حدیث: رسول کریم ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ انسان جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ لگا دیا جاتا ہے، پھر اگر اس نے توبہ کر لی تو وہ نقطہ مٹا دیا جاتا ہے۔ اور اگر اس نے پرواہ نہ کی بلکہ دوسرے گناہوں میں مبتلا ہوتا چلا گیا تو ہر گناہ پر ایک نقطہ سیاہ کا اضافہ ہوتا رہے گا۔ یہاں تک کہ اس کا دل ان نقطوں سے بالکل سیاہ ہو جاتا ہے۔

اس وقت اس کے دل کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے کہ: لا یعرف معروفا ولا ینکر منکرا۔ یعنی اب نہ وہ کسی نیکی کو نیکی سمجھتا ہے نہ برائی کو برائی بلکہ معاملہ برعکس ہونے لگتا ہے کہ عیب کو ہنر، بدی کو نیکی، گناہ کو ثواب سمجھنے لگتا ہے۔ اور اپنی طغیانی اور سرکشی میں بڑھتا چلا جاتا ہے۔ یہ اس کے گناہ کی نقد سزا ہے جو اس کو دنیا ہی میں مل جاتی ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا ہے: ان من جزاء الحسنة الحسنة بعدها وان من جزاء السیئة السیئة بعدها۔ یعنی نیکی کی ایک نقد جزاء یہ ہے کہ اس کے بعد اس کو دوسری نیکی کی توفیق ہوتی ہے۔ اسی طرح گناہ کی نقد سزا یہ ہے کہ ایک گناہ کے بعد اس کا دل دوسرے گناہوں کی طرف مائل ہونے لگتا ہے۔ ایک نیکی دوسری نیکی کو دعوت دیتی ہے اور ایک بدی دوسری بدی کو اور گناہ کو ساتھ لے آتی ہے۔

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ: آیت کے آخری جملہ میں رسول کریم ﷺ کو یہ ہدایت دی گئی کہ آپ ان کو معاف کریں اور ان کی بدعملی سے درگزر کریں۔ ان سے منافرت نہ رکھیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی سخت دلی اور بے حسی کے باوجود رواداری اور حسن خلق کا معاملہ ایسا نسخہ کیمیاء ہے کہ اس کے ذریعہ ان بے حسوں میں بھی حس پیدا ہو سکتی ہے۔ اور ان میں احساس پیدا ہو یا نہ ہو، بہر حال اپنے اخلاق و معاملات کو درست رکھنا تو ضروری ہے۔

امّت مسلمہ کو تنبیہ

بنی اسرائیل پر جو گزری اس کی پوری داستاں اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو سنائی کہ کس طرح وہ اپنے گناہوں اور جرائم کی وجہ سے اللہ کی رحمت سے دور کر دیئے گئے۔ اس تاریخ کے اندر امت مسلمہ کیلئے سبق اور تنبیہ ہے۔ اگر امت مسلمہ بھی یہی کام شروع کر دے جو بنی اسرائیل کی قوم نے کئے تھے یعنی اللہ کے عہد کو توڑ دے، اللہ کی کتاب قرآن مجید کو پس پشت ڈال دے، اپنے نبیؐ کی تعلیمات اور سنتوں کو بھلا دے، دین میں تحریفات شروع کر دے، فریضہ دعوت و تبلیغ اور فریضہ اقامت دین سے اعراض کرے، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو چھوڑ دے، شریعت اسلام کو بھلا دے اور اسے قابل عمل نہ سمجھے، صراط مستقیم کو چھوڑ کر ٹیڑھے میڑھے راستوں پر چل پڑے، تو اس امت کا حال بھی وہی ہو گا جو پچھلی امتوں کا ہوا تھا کہ عروج کی طرف جانے کے بجائے ذلت و مسکنت ان کا مقدر بن گئی۔ اللہ کی رحمت کی مستحق بننے کے بجائے اللہ کے غضب کی حقدار بن گئیں۔

نصاریٰ سے عہد

وَمِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذْنَا مِيْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ۔۔۔ (مائدہ-14)

اِسی طرح ہم نے اُن لوگوں سے بھی پختہ عہد لیا تھا جنہوں نے کہا تھا کہ ہم "نصاریٰ" ہیں، مگر ان کو بھی جو سبق یاد کرایا گیا تھا اس کا ایک بڑا حصہ اُنہوں نے فراموش کر دیا۔۔۔

And from (the ones) who say, "Surely, we are *Nasara*, We took their compact, yet they have forgotten a portion of what they were reminded of, so We induced among them enmity and abhorrence till the Day of the Resurrection. And Allah will eventually fully inform them of (the things) they used to do. (5:14)

The Qur'an does not refer to the followers of Christ as Christians. It reminds them rather that they belong to those who responded to the query of Jesus: 'Who are my supporters (ansari) in the way of God?' by saying that they were his ansar (supporters) in God's cause. See (Surah As-Saff, ayat 14)

نصاریٰ نصرت یعنی مدد سے ہے یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوال: من انصاری الی اللہ۔ اللہ کے دین میں کون میرا مددگار ہے؟ کے جواب میں ان کے چند مخلص پیروکاروں نے جواب دیا تھا: نحن انصار اللہ۔ کہ ہم اللہ کے مددگار ہیں سے ماخوذ ہے۔ یہ بھی اہل کتاب ہیں۔ بنی اسرائیل کی طرح ان سے بھی اللہ تعالیٰ نے عہد لیا تھا لیکن انہوں نے بھی اس کی پرواہ نہیں کی، اس کے نتیجے میں ان کے دل بھی اثر پزیری سے خالی ہو گئے اور ان میں اچھی صفات کی جگہ بری صفات پیدا ہو گئیں۔ عہد الٰہی کو توڑنے کی وجہ سے ان میں ضد، عناد اور تفرقہ بازی پیدا ہو گئی۔ یہ عہد الٰہی سے انحراف اور بے عملی کی سزا ہے۔ بد قسمتی سے یہی خرابیاں امت مسلمہ کے اندر بھی پیدا ہو گئیں۔ یہ امت بھی کئی فرقوں میں بٹ گئی ہے، جن کے درمیان شدید اختلافات اور نفرت و عناد کی دیواریں حائل ہیں۔ اللہ تعالیٰ امت کے حال پر رحم فرمائے۔ آمین

قرآن کے دو مزید نام: کتاب نور و ہدایت

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۔

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور روشن کتاب آچکی ہے۔المائدہ۔15

There certainly has come to you from Allah a light and a clear Book. (5:15)

آیت کے اندر فرمایا گیا کہ اللہ ربّ العالمین نے اپنے پیارے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ کو ہدایت اور نور حق کے ساتھ تمام انسانیت کی طرف بھیج دیا ہے۔انہیں معجزے اور روشن دلیلیں عطا فرمائی ہیں۔آسمانی کتابوں کے اندر جو علمی بددیانتیاں کی گئی تھیں اور آیات الٰہی کی جو غلط تاویلات کی گئیں تھیں ان کی تصحیح کیلئے ان کو مبعوث کیا گیا۔اللہ ربّ العالمین نے اپنے نبیؐ پر ایسی کتاب اتاری ہے جو انسانیت کو سلامتی کا راستہ دکھاتی ہے اور لوگوں کو ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتی ہے اور راہ مستقیم کی رہبر ہے۔اس کتاب کی وجہ سے اللہ کے انعاموں کو حاصل کر لینا اور اس کی سزاؤں سے بچ جانا بالکل آسان ہو گیا ہے یہ ضلالت کو مٹا دینے والی اور ہدایت کو واضح کر دینے والی ہے۔

نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ: نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد قرآن کریم ہے جس کی واضح دلیل قرآن کریم کی اگلی آیت ہے جس میں کہا جارہا ہے کہ: يَـهْدِىْ بِهِ اللّـٰهُ۔۔۔اس (یعنی قرآن مجید) کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ ہدایت فرماتا ہے۔اگر نور اور کتاب دو الگ الگ چیزیں ہوتیں تو الفاظ يَهدِيبِهِمَا اللّٰهَ ہوتے،یعنی اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ذریعے سے ہدایت فرماتا ہے۔قرآن کریم کی اس خاص آیت سے واضح ہو گیا کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے مراد ایک یہ چیز یعنی قرآن کریم ہے۔یہ نہیں ہے کہ نور سے حضورؐ اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔

قرآن کے ذریعے ہدایت

يَهْدِىْ بِهِ اللّـٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَـهْدِيْـهِـمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ (مائدہ۔16)

اس (قرآن مجید) کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ انہیں جو اس کی خوشنودی کے تابع ہوں سلامتی کی راہ دکھاتا ہے اور اپنی توفیق سے اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور راہ راست کی طرف راہبری کرتا ہے۔مائدہ۔16

Guidance through Qur'an

Through which Allah guides those who seek His pleasure to the ways of peace, brings them out of darkness and into light by His Will, and guides them to the Straight Path.

چند عقائد باطلہ کا بیان

رسول اللہ ﷺ کی چند صفات: بشیر و نذیر

فترت وحی کے بعد آخری رسولؐ

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۡ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ۔ (مائدہ-19)

اے اہل کتاب! ہمارا یہ رسول (نبی آخر الزمانؐ) ایسے وقت تمہارے پاس آیا ہے اور دین کی واضح تعلیم تمہیں دے رہا ہے جبکہ رسولوں کی آمد کا سلسلہ ایک مدت سے بند تھا، تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو کہ ہمارے پاس کوئی بشارت دینے والا اور متنبہ کرنے والا نہیں آیا۔ سو دیکھو! اب وہ بشیر اور نذیر آگیا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔(مائدہ-19)

O People of the Divine Scriptures! Our Messenger has indeed come to you, making things clear to you after an interval between the messengers so you do not say, "There has never come to us a deliverer of good news or a warner." Now there has come to you a deliverer of good news and a warner. And Allah is Most Capable of everything. (5:19)

آیت کا مقصود یہ ہے کہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ دنیا میں اس وقت تشریف لاتے ہیں جبکہ رسولوں کی تعلیم مٹ چکی تھی۔ ان کی راہیں بے نشان ہو چکی تھیں۔ دنیا درس توحید کو بھلا چکی تھی۔ مخلوق پرستی عام ہو چکی تھی۔ اللہ کا دین بدل چکا تھا۔ کفر کی تاریکی نور دین پر چھا چکی تھی۔ دنیا کا چپہ چپہ سرکشی اور طغیانی سے بھر گیا تھا۔ عدل و انصاف بلکہ انسانیت بھی فنا ہو چکی تھی۔ ہر طرف جہالت و قساوت کا دور دورہ تھا۔ بجز چند نفوس کے اللہ کا نام لیوا زمین پر موجود نہیں تھا۔ ان حالات میں حضورؐ کو مبعوث کیا گیا۔ آپؐ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد مبعوث فرمائے گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے درمیان جو تقریباً پانچ سو سال کا فاصلہ ہے یہ زمانہ فترت وحی کہلاتا ہے۔ اہل کتاب کو کہا جا رہا ہے کہ اس فترت کے بعد ہم نے اپنا آخری رسول بھیج دیا ہے اب تم یہ بھی نہ کہہ سکو گے کہ ہمارے پاس تو کوئی بشیر و نذیر پیغمبر ہی نہیں آیا۔

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: انا اولی الناس بعیسی ابن مریم ، لیس بینی و بینہ نبیا۔۔ میں حضرت عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) سے بہ نسبت اور لوگوں کے زیادہ اولیٰ یعنی قریب ہوں، اس لئے کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں۔ (بخاری)

آٹھواں رکوع: وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ۔۔۔ (مائدہ۔20)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

اللہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد کرو (اذکرو نعمت اللہ علیکم)، سلسلہ انبیاء: انسانیت پر اللہ کا انعام واحسان، اختیار واقتدار: اللہ کی طرف سے انعام بھی اور آزمائش بھی، موسیٰؑ کی قوم اور ارض مقدس، قوم کا بیت مقدس جانے سے انکار، بنی اسرائیل کے ایماندار اور خداترس لوگوں کا تذکرہ، سچے ایماندار ہو تو اللہ پر توکل اور بھروسہ رکھو (وعلی اللہ فتوکّلوا ان کنتم مومنین)، قوم موسیٰ کا مایوس کن جواب: اذھب انت وربک فقاتلا، انّا ھھنا قاعدون، موسیٰؑ کا اپنی قوم سے اظہار افسوس اور اظہار براءت، صحرا سیناء میں چالیس سال دربدری۔ نافرمانوں کی حالت پر افسوس نہ کرو بلکہ اپنی دعوتی کوشش اور تبلیغی ذمہ داری پوری کرنے کے بعد ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کردو: فلا تاس علی القوم الفاسقین۔

اللہ کے احسانات کو یاد کرو

سلسلہ انبیاء: انسانیت پر اللہ کا انعام واحسان

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِہٖ یٰقَوْمِ اذْکُرُوْا نِعْمَۃَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ اِذْ جَعَلَ فِیْکُمْ اَنْۢبِیَآءَ وَجَعَلَکُمْ مُّلُوْکًا ۖ وَّاٰتٰىکُمْ مَّا لَمْ یُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ۔ (مائدہ۔20)

یاد کرو جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا تھا کہ اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی اُس نعمت کا خیال کرو جو اس نے تمہیں عطا کی تھی اُس نے تم میں نبی پیدا کیے، تم کو فرماں روا بنایا، اور تم کو وہ کچھ دیا جو دنیا میں کسی کو نہ دیا تھا۔

And ⸢remember⸣ when Moses said to his people, “O my people! Remember Allah’s favours upon you when He raised prophets from among you, made you sovereign, and gave you what He had never given anyone in the world. (5:20)

یہ اشارہ ہے بنی اسرائیل کی عظمت کی طرف اور ان کے شاندار ماضی کی طرف جو حضرت موسیٰؑ سے بہت پہلے کسی زمانہ میں ان کو حاصل تھی۔ ایک طرف حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ جیسے جلیل القدر پیغمبر ان کی قوم میں پیدا ہوئے۔ اور دوسری طرف حضرت یوسفؑ کے زمانہ میں اور ان کے بعد مصر میں ان کو بڑا اقتدار نصیب ہوا۔ مدت دراز تک یہی اس زمانہ کی مہذب دنیا کے سب سے بڑے فرماں روا تھے اور انہی کا سکہ مصر اور اس کے نواح میں رواں تھا۔ عموماً لوگ بنی اسرائیل کے عروج کی تاریخ حضرت موسیٰؑ سے شروع کرتے ہیں، لیکن قرآن اس مقام پر تصریح کرتا ہے کہ بنی اسرائیل کا اصل زمانہ عروج حضرت موسیٰؑ سے پہلے گزر چکا تھا جسے خود حضرت موسیٰ اپنی قوم کے سامنے اس کے شاندار ماضی کی حیثیت سے پیش کرتے تھے۔

اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ: بیشتر انبیاء بنی اسرائیل میں سے مبعوث ہوئے جن کا سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم کر دیا گیا اور آخری پیغمبر بنو اسماعیل سے آئے۔

وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا: اس آیت کے مطابق پوری قوم بنی اسرائیل کو قرآن کریم نے ملوک قرار دیا یعنی پوری قوم اختیار و اقتدار میں شریک تھی۔ اور یہی چیز جدید جمہوریت کی بھی روح ہے۔ اس آیت میں اشارہ اس طرف بھی ہو سکتا ہے کہ اسلامی حکومت در حقیقت عوامی حکومت ہوتی ہے۔ عوام ہی کو اپنا امیر و امام منتخب کرنے کا حق ہوتا ہے اور عوام ہی اپنی اجتماعی رائے سے اس کو معزول بھی کر سکتے ہیں۔ اس لئے صورۃً اگرچہ فرد واحد حکمران ہوتا ہے مگر در حقیقت وہ حکومت عوام ہی کی ہوتی ہے۔

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ متعدد نبیوں کو اللہ تعالیٰ نے ملوکیت (اقتدار) سے نوازا، جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ نبوت کی طرح حکومت یا اقتدار بھی ایک نعمت خداداد ہے جسے مطلقاً بر انہیں سمجھنا چاہئے۔ اگر اقتدار مطلقاً بری چیز ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی نبی کو حکمران بناتا نہ اس کا ذکر انعام کے طور پر فرماتا۔ اصل بات یہ ہے کہ نظام سلطنت میں اصل چیز عدل و انصاف ہے۔ اور اگر ملک اسلامی ہو تو اصل چیز نظام دین یا اقامت دین ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منسوب قول ہے کہ الملک یبقیٰ مع الکفر ولا یبقیٰ مع الظلم۔ کوئی ملک یا نظام حکومت کفر پر تو قائم رہ سکتا ہے مگر ظلم پر قائم نہیں رہ سکتا۔

اصل بادشاہت قناعت ہے

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص اس حالت میں صبح کرے کہ اس کا جسم صحیح سالم ہو، اس کا نفس امن وامان میں ہو، دن بھر کفایت کرے، اس کیلئے اتنا مال بھی ہو تو اس کیلئے گویا کل دنیا سمٹ کر آگئی۔

حدیث: ایک اور حدیث کے اندر آتا ہے: الغنیٰ غنی النفس۔ اصل دولت مندی دل کا غنی ہونا ہے۔

موسیٰؑ کی قوم اور ارض مقدس

یٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِیْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ۔(مائدہ۔21)

اے میری قوم اس پاک زمین میں داخل ہو جاؤ جو اللہ نے تمہارے لیے مقرر کر دی اور اور اپنی پشت کے بل رو گردانی نہ کرو ورنہ اُلٹا خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

O my people! Enter the Holy Land (Jerusalem) which Allah has ordained for you ˹to enter˺. And do not turn back or else you will become losers. (5:21)

This signifies Jerusalem (Palestine) which had been the homeland of Abraham, Isaac and Jacob and many other Prophets and pious people.

ارض مقدس سے یہاں مراد فلسطین کی سرزمین ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاقؑ اور حضرت یعقوبؑ کا مسکن رہ چکی تھی۔ بنی اسرائیل جب مصر سے نکل آئے تو اسی سرزمین کو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے نامزد فرمایا اور حکم دیا کہ اس میں فاتحانہ انداز میں داخل ہو جاؤ۔

قوم کا بیت المقدس جانے سے انکار

قَالُوْا یٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِیْهَا قَوْمًا جَبَّارِیْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى یَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ یَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ۔ (مائدہ۔22)

انہوں نے جواب دیا کہ اے موسیٰ وہاں تو زور آور (جابر) لوگ ہیں اور جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں ہم تو ہر گز وہاں نہ جائیں گے ہاں اگر وہ وہاں سے نکل جائیں پھر تو ہم (بخوشی) چلے جائیں گے۔

They replied, “O Moses! There is an enormously powerful people there, so we will never ˹be able to˺ enter it until they leave. If they do, then we will enter! (5:22)

موسیٰؑ کی قوم یعنی بنو اسرائیل عمالقہ کی بہادری کی شہرت سے مرعوب ہو گئے تھے اور پہلے مرحلے پر ہی ہمت ہار بیٹھے اور بیت المقدس جانے سے انکار کر دیا۔

بنی اسرائیل کے ایماندار اور خدا ترس لوگوں کا تذکرہ

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ (مائدہ۔23)

(بنی اسرائیل میں سے) جو لوگ خدا ترس تھے ان میں سے دو افراد نے جن پر اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہا کہ تم ان کے پاس دروازے میں تو پہنچ جاؤ۔ دروازے پر قدم رکھتے ہی یقیناً تم غالب آ جاؤ گے، اور تم اگر مومن ہو تو تمہیں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔(مائدہ۔23)

Two God-fearing men—who had been blessed by Allah—said, “Surprise them through the gate. If you do, you will certainly prevail. Put your trust in Allah if you are ˹truly˺ believers. (5:23)

اس قصے کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے دشت فاران سے بنی اسرائیل کے 12 سرداروں کو فلسطین کا دورہ کرنے کے لیے بھیجا تا کہ وہاں کے حالات معلوم کر کے آئیں۔ یہ لوگ چالیس دن دورہ کر کے وہاں سے واپس آئے اور انہوں نے قوم کے مجمع عام میں بیان کیا کہ واقعی وہاں دودھ اور شہد کی نہریں بہتی ہیں، لیکن جو لوگ وہاں بسے ہوئے ہیں وہ زو آور ہیں۔۔۔ ہم اس لائق نہیں ہیں کہ ان لوگوں پر حملہ کریں اور ان کو شکست دے سکیں۔ کیا ہمارے لیے بہتر نہ ہو گا کہ ہم مصر کو واپس چلے جائیں۔ اس پر ان بارہ سرداروں میں سے جو فلسطین کے دورے پر بھیجے گئے تھے، دو سردار، یوشع اور کالب اٹھے اور انہوں اس بزدلی پر قوم کو ملامت کی۔

قوم موسیٰ علیہ السلام میں صرف یہی دو شخص صحیح معنوں میں ایماندار نکلے، جنہیں نصرت الٰہی پر یقین تھا انہوں نے قوم کو سمجھایا کہ تم ہمت تو کرو، پھر دیکھو کس طرح اللہ تمہیں غلبہ عطا فرماتا ہے۔ لیکن باقی قوم کے لوگوں نے بزدلی، سوء ادبی اور سرکشی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا: قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ

فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ۔ کہااے موسیٰ ہم کبھی وہاں داخل نہیں ہوں گے جب تک کہ وہ اس میں ہیں، سو تم اور تمہارارب جاؤاور لڑو ہم یہیں بیٹھے رہیں گے۔(مائدہ۔24)

اس کے برعکس جب جنگ بدر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ کیاتو انہوں نے قلت تعداد اور قلت وسائل کے باوجود دشمن سے مقابلہ میں حصہ لینے کے لئے پختہ عزم کا اظہار کیااور پھر یہ کہا کہ 'یارسول اللہ!ہم آپ کو اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح قوم موسیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا(کہ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ۔ تو اور تیرا رب جا کر لڑو ہم تو یہیں بیٹھیں گے)۔(بخاری)

موسیٰ علیہ السلام کا اپنی قوم پر اظہار افسوس اور اظہار براءت

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِيْ وَاَخِيْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ۔ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۗ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ۔ (مائدہ۔25،26)

موسیٰ نے کہااے میرے رب میرے اختیار میں تو سوائے میری جان اور میرے بھائی کے اور کوئی نہیں سو ہمارے درمیان اور اس نافرمان قوم کے درمیان جدائی ڈال دے۔ فرمایا تحقیق وہ زمین ان پر چالیس برس حرام کی گئی ہے اس ملک میں سرگرداں پھرتے رہیں گے۔ اس لئے تم ان فاسقوں کے بارے میں غمگین نہ ہونا۔(مائدہ۔25،26)

Moses's disappointment over his nation's behaviour

Moses pleaded, "My Lord! I have no control over anyone except myself and my brother. So set us apart from the rebellious people. Allah replied, "Then this land is forbidden to them for forty years, during which they will wander through the land. So do not grieve for the rebellious people."(5:25,26)

پہلی آیت میں نافرمان قوم کے مقابلے میں موسیٰ علیہ السلام کا اپنی بے بسی کا اظہار بھی ہے اور برات کا اعلان بھی۔

صحراء سیناء میں دربدری

يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ: یہ میدان تیہ کہلاتا ہے جس میں چالیس سال یہ قوم اپنی نافرمانی، سستی اور کاہلی کی وجہ سے صحراء میں ذلیل وخوار ہوتی رہی۔ اس میدان میں اس کے باوجود ان پر من وسلویٰ کا نزول ہوا جس سے اکتا کر انہوں نے

اپنے پیغمبر سے کہا کہ روز روز ایک ہی کھانا کھا کر ہمارا جی بھر گیا ہے۔ اپنے رب سے دعا کر کہ وہ مختلف قسم کی سبزیاں اور دالیں ہمارے لئے پیدا فرمائے۔ یہیں ان پر بادلوں کا سایہ بھی ہوا، پتھر پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی مارنے سے بارہ قبیلوں کے لئے بارہ چشمے جاری ہوئے اور اس طرح کے دیگر انعامات ہوتے رہے۔ بنی اسرائیل کو دشت فاران سے شرقی اردن تک پہنچتے پہنچتے پورے 38 برس لگ گئے۔ شرق اردن فتح کرنے کے بعد حضرت موسیٰؑ کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس طرح قرآن کے فیصلے: فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً۔۔کے مطابق وہ چالیس سال تک صحراء سیناء میں سرگرداں پھرتے رہے۔ پھر اللہ نے ایسے حالات پیدا کر دئے کہ حضرت یوشع بن نون کے عہد خلافت میں بنی اسرائیل اس قابل ہوئے کہ فلسطین فتح کر سکیں۔ اس فتح کے بعد وہ بیت المقدس کے اندر داخل ہوئے۔

فریضہ تبلیغ کی ادائیگی کے بعد ابلاغ کی ذمہ داری سے بری الذمہ ہونا

فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ: پیغمبر جب دیکھتا ہے دعوت و تبلیغ کے باوجود میری قوم سیدھا راستہ اختیار کرنے کے لئے تیار نہیں ہوئے جس میں اس کے لئے دین و دنیا کی سعادتیں اور بھلائیاں ہیں تو فطری طور پر اس کو سخت افسوس اور دلی صدمہ ہوتا ہے۔ یہی نبی کا بھی حال ہوتا تھا، جس کا ذکر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے متعدد جگہ فرمایا لیکن آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے خطاب کر کے کہا جا رہا ہے کہ جب تو نے فریضہ تبلیغ ادا کر دیا اور پیغام الٰہی لوگوں تک پہنچا دیا اور اپنی قوم کو ایک عظیم الشان کامیابی کے نقطہ آغاز پر لا کھڑا کیا۔ لیکن اب وہ اپنی کم ہمتی اور نادانی کے سبب تیری بات ماننے کو تیار نہیں تو تو اپنے فرض سے سبک دوش ہو گیا اور اب تجھے ان کے بارے میں غمگین ہونے کی ضرورت نہیں۔ ایسے موقع پر غمگینی تو ایک فطری چیز ہے۔ لیکن مراد اس تسلی سے یہ ہے کہ تبلیغ و دعوت کے بعد اب تم عند اللہ بری الذمہ ہو۔

نواں رکوع: وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ۔۔۔ (مائدہ۔27)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

آدمؑ کے بیٹوں کی قربانی، ایک کی قربانی قبول دوسرے کی قربانی رد(فتقبل من احدهما ولم يتقبل من الآخر)، اللہ کے راستے میں اچھی چیز قربان کرو، اعمال کے پیچھے اخلاص کی اہمیت(انما يتقبل الله من المتقين)، حسد و بغض کی ممانعت، برائی کا جواب برائی نہیں، نفس کی سرکشی، گناہگار ہمیشہ خسارے میں ہوتا ہے(فاصبح من الخاسرين)، جانوروں سے سبق، اسلام میں انسانی جان کی اہمیت، نسل انسانی کی بقاء کا دائمی اصول، ایک قتل پوری انسانیت کے قتل کے برابر، ایک انسانی جان کو بچانا پوری انسانیت کو بچانے کے برابر(ومن احياها فكانّما احيا النّاس جميعا)، باغیوں اور متحارب گروہوں کی سرکوبی، جو

ہتھیار پھینک دیں بغاوت چھوڑ دیں توان کیلئے رعایت ہے،توبہ اور اصلاح کا موقعہ: اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔(مائدہ۔34)

آدمؑ کے بیٹوں کی قربانی

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۭ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ۭ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ۔ (مائدہ۔27)

اور ذرا انہیں آدمؑ کے دوبیٹوں کا قصہ صحیح طور پر پڑھ کر سنا دو، جب ان دونوں نے قربانی کی ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہو گئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی، اس نے کہا میں تجھے مار ڈالوں گا، اس نے جواب دیا اللہ پرہیز گاروں ہی سے قبول کرتا ہے۔ المائدہ۔27

Relate to them in truth ⸢O Prophet⸣ the story of Adam's two sons—how each offered a sacrifice: Abel's offering was accepted while Cain's was not. So Cain threatened, "I will kill you!" His brother replied, "Allah only accepts ⸢the offering⸣ of the sincerely devout. (5:27)

ان آیات میں آدمؑ کے دوبیٹوں کا قصہ مجمل انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ قرآن اس واقعہ کی تفصیلات کے بجائے اس سے حاصل ہونے والے اخلاقی سبق پر زور دیتا ہے۔ قرآن توان دو بھائیوں کے نام بھی نہیں بتاتا اور نہ یہ بتاتا ہے کہ کس زمانے میں یہ واقعہ ہوا۔ قرآن یہ بھی نہیں بتاتا کہ وہ آدم کی پہلی نسل سے تھے کہ بعد والی نسل سے کیونکہ ابن آدم کی اصطلاح کا اطلاق قیامت تک آنے والے ہر انسان پر بھی ہوتا ہے۔ البتہ جمہور مفسرین کی آراء کی روشنی میں اس سے مراد آدمؑ کے دو صلبی بیٹے ہیں اور یہ گناہ جو آدم کے بیٹے سے سرزد ہوا یہ روئے زمین پر پہلا جرم اور پہلا قتل تھا۔ اس قصے کی جزئیات جو لوگوں میں مشہور ہو گئی ہیں وہ اہل کتاب کی روایات سے لی گئیں ہیں لہٰذا ان کی حیثیت قصہ گوئی سے زیادہ کچھ نہیں۔ ہمیں صرف قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کا مطالعہ کرکے اس سے سبق لینا چاہئے۔

حسد و بغض کی ممانعت

آدمؑ کے دو بیٹوں کے قصے میں حسد و بغض سرکشی اور تکبر کا بدانجام بیان ہو رہا ہے کہ کس طرح حضرت آدمؑ کے دو بیٹوں میں کشمکش ہو گئی اور ایک نے اخلاص، نیکی اور تقویٰ کی راہ اختیار کی اور اپنا ٹھکانا جنت میں بنالیا اور دوسرے نے اسے ظلم وزیادتی کا راستہ اپنایا اور دونوں جہان میں برباد ہوا۔

اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ: یہاں آدم کے دو بیٹوں ہابیل و قابیل کی باہمی گفتگو میں ایک ایسا جملہ آگیا جو ایک اہم اصول کی حیثیت رکھتا ہے، کہ اعمال وعبادات کی قبولیت تقویٰ اور خوف خدا پر موقوف ہے، جس میں تقویٰ نہیں اس کا عمل مقبول نہیں، اسی وجہ سے علمائے سلف نے فرمایا ہے کہ یہ آیت عبادت گزاروں اور عمل کرنے والوں کے لئے بڑا تازیانہ ہے، یہی وجہ تھی کہ حضرت عامر بن عبد اللہ اپنی وفات کے وقت رو رہے تھے، لوگوں نے عرض کیا کہ آپ تو عمر بھر اعمال صالحہ اور عبادات میں مشغول رہے، پھر رونے کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا تم یہ کہتے ہو، اور میرے کانوں میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گونج رہا ہے:
اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ، مجھے کچھ معلوم نہیں کہ میری کوئی عبادت قبول بھی ہو گی یا نہیں۔

عبد اللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اگر مجھے یہ یقین ہو جائے کہ میرا کوئی عمل اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا تو یہ وہ نعمت ہے کہ ساری زمین سونا بن کر اپنے قبضہ میں آجائے تو بھی اس کے مقابلہ میں کچھ نہ سمجھوں۔

حضرت ابو الدرداءؓ نے فرمایا کہ اگر یہ بات یقینی طور پر طے ہو جائے کہ میری ایک نماز اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبول ہو گئی تو میرے لئے وہ ساری دنیا اور اس کی نعمتوں سے زیادہ ہے۔

حضرت علی مرتضیٰؓ نے فرمایا کہ تقویٰ کے ساتھ کوئی چھوٹا سا عمل بھی چھوٹا نہیں ہے، اور جو عمل مقبول ہو جائے وہ چھوٹا کیسے کہا جاسکتا ہے۔ (ابن کثیر)

برائی کا جواب برائی نہیں

لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَاۡ بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ۔
(مائدہ۔28)

اگر تو مجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ اٹھائے گا تو میں تجھے قتل کرنے کے لیے ہاتھ نہ اٹھاؤں گا، میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔

If you raise your hand to kill me, I will not raise mine to kill you, because I fear Allah—the Lord of all worlds. (5:28)

Righteousness does not demand that a person should surrender to the aggression. Every person has a right to defend himself within legal limits and can seek help from others if required. However, a person should not take the initiative to harm others just based on assumptions and speculations.

انسان کا سرکش نفس برائی پر ابھارتا ہے۔(انّ النفس لامّارۃ بالسّوء)

گناہگار ہمیشہ خسارے میں ہوتا ہے

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ (مائدہ-30)

پس اسے اس کے (سرکش) نفس نے اپنے بھائی کے قتل پر ابھارا۔ پس اس نے اسے قتل کر ڈالا جس سے نقصان پانے والوں میں سے ہو گیا۔

At last, his (evil) soul incited him to the murder of his brother: he murdered him whereby he became himself one of the losers. (5:30)

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: لَا تَقْتُلُ نَفْسٌ ظُلْمًا اِلَّا كَانَ عَلٰى اِبْنِ آدَمْ كفل من دمها، لانہ کان اول من سن القتل۔ جو قتل بھی ظلماً ہوتا ہے (قاتل کے ساتھ) اس کے خون ناحق کا بوجھ آدم کے اس پہلے بیٹے پر ہوتا ہے کیونکہ یہ پہلا شخص ہے جس نے قتل کا کام کیا۔ (بخاری)

امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ ظاہر بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ قابیل کو ہابیل کے قتل ناحق کی سزا دنیا میں ہی فوری طور پر دے دی گئی تھی۔ حدیث میں آتا ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ظلم وزیادتی اور قطع رحمی یہ دونوں گناہ اس بات کے زیادہ لائق ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے کرنے والوں کو دنیا میں ہی جلد سزا دے دے، تاہم آخرت کی سزا مجرم کیلئے اس کے علاوہ ہو گی جو اسے وہاں بھگتنی ہو گی۔ (ابن کثیر)

جانوروں سے سبق

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِى الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِىْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِىَ سَوْءَةَ اَخِىْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ۔ (مائدہ-31)

پھر اللہ نے ایک کوّا بھیجا جو زمین کریدنے لگا تا کہ اسے دکھائے کہ وہ اپنے بھائی کی لاش کس طرح چھپائے، (یہ دیکھ کر) اس نے کہا: ہائے افسوس! کیا میں اس کوّے کی مانند بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی لاش چھپا دیتا، سو وہ پشیمان ہونے والوں میں سے ہو گیا۔ (مائدہ-31)

Learning from animals

Then Allah sent a crow digging ˹a grave˺ in the ground ˹for a dead crow˺, in order to show him how to bury the disgrace of his brother. He cried, “Alas! Have I ˹even˺ failed to be like this crow and hide the body of my brother?” So, he became regretful. (5:31)

In Islam, regret for doing something wrong is essential for repentance. But in the case of Cain, his regret was not for killing his brother, but for failing to bury his corpse to hide the evidence of his crime. Therefore, his regret was not intended as a step towards repentance.

اسلام میں انسانی جان کی اہمیّت

نسلِ انسانی کی بقاء کا دائمی اصول

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِىْۤ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِى الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ۔ (مائدہ-32)

اسی وجہ سے بنی اسرائیل پر ہم نے یہ فرمان لکھ دیا تھا کہ "جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کی جان بچائی اُس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی

بخش دی" مگر اُن کا حال یہ ہے کہ ہمارے رسول پے در پے ان کے پاس کھلی کھلی ہدایات لے کر آئے پھر بھی ان میں بکثرت لوگ زمین میں زیادتیاں کرنے والے ہیں۔

Sanctity of Human Life

That is why We ordained for the Children of Israel that whoever takes a life—unless as a punishment for murder or mischief in the land—it will be as if they killed all of humanity; and whoever saves a life, it will be as if they saved all of humanity. ˹Although˺ Our messengers already came to them with clear proofs, many of them still transgressed afterwards through the land. (5:31)

Although this is addressed to the Children of Israel, it is applicable to everyone at all times. If anyone saved one life, He actually saved the entire humanity. If anyone Killed one person, He actually killed or attacked the entire humanity.

مطلب یہ ہے کہ دنیا میں نوع انسانی کی بقاء کا انحصار اس بات پر کہ ہر انسان کے دل میں دوسرے انسانوں کی جان کا احترام موجود ہو اور ہر ایک دوسرے انسان کی زندگی کے بقاء و تحفظ میں مددگار بننے کا جذبہ رکھتا ہو۔ جو شخص ناحق کسی کی جان لیتا ہے وہ صرف ایک ہی فرد پر ظلم نہیں کرتا بلکہ یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ اس کا دل حیات انسانی کے احترام سے اور ہمدردی نوع کے جذبہ سے خالی ہے، لہٰذا وہ پوری انسانیت کا دشمن ہے، کیونکہ اس کے اندر وہ صفت پائی جاتی ہے جو اگر تمام افراد انسانی میں پائی جائے تو پوری نوع کا خاتمہ ہو جائے۔ اس کے برعکس جو شخص انسان کی زندگی کے قیام میں مدد کرتا ہے وہ درحقیقت انسانیت کا حامی ہے، کیونکہ اس میں وہ صفت پائی جاتی ہے جس پر انسانیت کے بقاء کا انحصار ہے۔ سب سے پہلے اسلام نے انسانی جان و مال کا احترام سکھایا اور ایک جان کے قتل کو ساری انسانیت کا قتل قرار دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایک انسان کا قتل گویا پوری انسانیت پر حملہ اور ایک جان کو بچانا ساری انسانیت کو بچانے کے برابر ہے۔

آدمؑ کے بیٹے کے قتل ناحق کے بعد اللہ تعالیٰ نے انسانی جان کی قدر و قیمت کو واضح کرنے کے لئے بنو اسرائیل پر یہ حکم نازل فرمایا تھا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ کے ہاں انسانی خون کی کتنی اہمیت اور تکریم ہے اور یہ اصول صرف بنی اسرائیل ہی کے لئے نہیں تھا، اسلام کی تعلیمات کے مطابق بھی یہ اصول ہمیشہ کے لئے ہے۔ سلیمان بن ربعی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن (بصری) سے پوچھا یہ آیت ہمارے لئے بھی ہے جس طرح بنو اسرائیل کے لئے تھی، انہوں نے فرمایا، ہاں۔

قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بنو اسرائیل کے خون اللہ کے ہاں ہمارے خونوں سے زیادہ قابل احترام نہیں تھے۔ (تفسیر ابن کثیر)

اس آیت میں تنبیہ اور ملامت بھی ہے کہ انبیاء دلائل لے کر آتے رہے لیکن مخاطبین یعنی بنو اسرائیل کا رویہ ہمیشہ حد سے تجاوز کرنے والا ہی رہا اس میں گویا نبی کو تسلی دی جا رہی ہے کہ یہ آپؐ اور آپ کے صحابہ کرام کو نقصان پہنچانے کی جو سازش کرتے رہتے ہیں، یہ کوئی نئی بات نہیں۔ آپ بہر حال اللہ پر بھروسہ رکھیں جو خیر الماکرین ہے۔ تمام سازشوں سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔

حدیث: ایک مرتبہ حضرت حمزہ بن عبد المطلب نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ حضورؐ! مجھے کوئی ایسی بات بتائیں کہ میری زندگی آرام و سکون کے ساتھ گزرے۔ آپؐ نے فرمایا کیا کسی کو مارنا (یا نقصان پہنچانا) تمہیں پسند ہے یا کسی کو بچالینا تمہیں محبوب ہے؟ جواب دیا: کسی کی زندگی بچالینا مجھے زیادہ محبوب ہے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا: علیک بنفسک۔ اپنی اصلاح کی فکر میں لگے رہو (یعنی اپنے حصے کے خیر کا کام کرتے رہو)۔ (مسند احمد)

دسواں رکوع: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ۔۔۔ (مائدہ۔27)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

اللہ کا وسیلہ اور اس کی راہ میں جدوجہد، وسیلہ سے کیا مراد ہے؟ اللہ کا قرب اور اس کے وسیلہ کے ذرائع: تقویٰ، رجوع الی اللہ، اوامر ونواہی کی پابندی، تقویٰ قرب الٰہی کی بنیاد ہے، دعا وسیلہ: اذان کے بعد کی دعا، حضورؐ کیلئے مقام محمود کی دعا، دنیا بھر کی دولت بھی آخرت میں کام نہ آسکے گی (لیفتدو بہ۔۔۔ماتقبل منھم)، احکام جرم وسزا، سزا اور جزاء تقاضہ عدل ہے، سزاء کے نفاذ کی شرائط، توبہ اور اصلاح (فمن تاب من بعد ظلمہ واصلح۔۔۔انّ اللہ غفور الرّحیم)، عموماً لوگ سزا والی آیات تو پڑھتے ہیں مگر ان کے بعد توبہ اور اصلاح والی آیات کو نظر انداز کر دیتے ہیں، آسمانوں وزمین کے خزانوں کی مالک ہستی، دوسروں کے اعمال کی ذمہ داری آپ پر نہیں، رشوت خور منصفوں اور ججوں کو تنبیہ، جان بوجھ کر جھوٹے مقدمات سننے والے (سمّٰعون للکذب)، سحت یعنی رشوت سے کیا مراد ہے؟ پچھلی قوموں کی تباہی کی ایک وجہ رشوت خوری اور کرپشن، غیر مسلموں کے درمیان فیصلہ کرتے بھی انصاف کرو۔

اللہ کا قرب اور اس کی راہ میں جدوجہد

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔(مائدہ۔27)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور اُس کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرو اور اس کی راہ میں جدوجہد کرو، شاید کہ تمہیں کامیابی نصیب ہو جائے۔

Getting Closer to Allah

O believers! Be mindful of Allah and seek what brings you closer to Him and struggle in His Way, so you may be successful. (5:27)

People are urged to perform all deeds which might bring them close to God and enable them to please Him.

ابن جریرؒ نے حضرت قتادہؓ سے اس آیت کی تفسیر یہ نقل کی ہے: تقربوا الیہ بطاعتہ والعمل بما یرضیہ۔۔یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف تقرب اور وسیلہ حاصل کرو، اس کی فرمانبرداری اور رضامندی کے کام کرکے، اس لئے آیت کی تفسیر کا خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب تلاش کرو، بذریعہ ایمان اور عمل صالح کے۔

حضرت ابن عباسؓ سے ایک روایت ہے کہ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ یعنی اللہ سے اپنی حاجات طلب کرو۔اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان جب اللہ کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہے اور پھر اپنی حاجات اللہ سے طلب کرتا ہے تو وہ اس وقت بندگی کے صحیح مقام پر ہوتا ہے۔اس وقت اللہ کی ربوبیت پر اسے پورا یقین ہوتا ہے اور ایسے حالات میں وہ اصلاح اور فلاح دونوں کے قریب تر ہوتا ہے اور یہی ایک انسان کا نصب العین ہے۔

وسیلہ سے کیا مراد ہے؟

وسیلہ کے معنی ایسی چیز کے ہیں جو کسی مقصود کے حصول یا اس کے قرب کا ذریعہ ہو۔اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ تلاش کرو کا مطلب ہو گا کہ اللہ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرو، ایسے اعمال اختیار کرو جس سے تمہیں اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی حاصل ہو جائے۔امام شوکانی فرماتے ہیں 'وسیلہ جو قربت کے معنی میں ہے تقویٰ اور دیگر خصال خیر پر صادق آتا ہے جن کے ذریعے سے بندے اپنے رب کا قرب حاصل کرتے ہیں، اسی طرح جن باتوں سے روکا گیا ہو ان کا ترک بھی قرب الٰہی کا وسیلہ ہے۔وسیلہ جنت کی اس اعلیٰ اور بہترین منزل کا بھی نام ہے جو رسول اکرم ﷺ کی جگہ ہے۔

وسیلہ کے ذرائع:

تقویٰ، قربِ الٰہی، رجوع الی اللہ، اوامر ونواہی کی پابندی

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: وما يزال عبدي يتقرب إلي بالنوافل حتى أحبه- اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ (بخاری)

تقویٰ قربِ الٰہی کی بنیاد ہے

اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کا اہتمام کرنے کا نام تقویٰ ہے۔ ایک بندہ مومن ساری زندگی رجوع الی اللہ کی کوشش کرتا رہتا ہے۔

ایک حدیث میں اس مقام محمود کو بھی وسیلہ کہا گیا ہے جو جنت میں نبی اکرم ﷺ کو عطا فرمایا جائے گا۔ اسی لئے آپؐ نے فرمایا: جو اذان کے بعد میرے لئے یہ دعاء وسیلہ کرے گا وہ میری شفاعت کا مستحق ہو گا۔

اذان کے بعد کی دعا

اذان ختم ہونے کے بعد درود شریف پڑھ کر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ، وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ، اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيلَةَ وَ الْفَضِيلَةَ، وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُودَ نِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ، اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ.

اے اللہ! اس پوری پکار کے رب اور قائم ہونے والی نماز کے رب! محمد ﷺ کو وسیلہ عطا فرما (جو جنت کا ایک درجہ ہے)، اور ان کو فضیلت عطا فرما، اور ان کو مقام محمود پر پہنچا جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے۔ بے شک تو وعدہ خلافی نہیں فرماتا ہے۔ (بخاری)

اس دعا کا اہتمام کرنے سے ان شاء اللہ آخرت میں رسول اللہؐ کی شفاعت کا مستحق ہو گا۔

دنیا بھر کی دولت بھی آخرت میں کام نہ آسکے گی

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَ لِيْمٌ۔ (مائدہ-36)

خوب جان لو کہ جن لوگوں نے انکار و سرکشی کا رویہ اختیار کیا ہے اگر ان کے پاس دنیا بھر کی دولت ہو اور وہ چاہیں کہ اسے فدیہ میں دے کر روز قیامت کے عذاب سے بچ جائیں، تب بھی وہ ان سے قبول نہ کی جائے گی اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

As for those who disbelieve, if they had everything on earth, and twice repeated, to give as ransom for the penalty of the Day of Judgment, it would never be accepted of them, theirs would be a painful doom. (5:36)

احکام جرم وسزا

Crimes and Punishments in Islam

In Islam, strict conditions must be met for punishments to be carried out. For example, for someone to be punished for theft, the thief must be a sane adult who knows that theft is forbidden, the crime has to be proven either by confession or the testimony of two reliable eyewitnesses, the stolen item has to be of value and taken secretly from a safe place, and the owner has to claim it. Otherwise, the punishment is not applied. The punishment not applied when the stolen items are among basic necessities of life e.g. food. Islamic punishments apply neither in non-Muslim countries nor in Muslim countries where Muslim Laws are not fully applied. Moreover, the punishment is only applicable in a society where the needs of the poor are adequately met (i.e., they receive alms-tax, charity, or welfare) and where theft is more out of desire than necessity. It is worth mentioning that 'Umar ibn Al-Khaṭṭâb, Islam's 2nd Caliph, suspended this punishment for one year due to widespread famine. But these exemptions do not mean that the criminals should receive no punishment at all.

چوری کی سزا

سزا اور جزاء تقاضہ عدل ہے

توبہ اور اصلاح

فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (مائدہ۔39)

جو شخص اپنے گناہ کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح کر لے تو اللہ اس کی توبہ قبول کر لے گا۔یقیناً اللہ تعالیٰ بہت درگزر کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

Repentance and Mending Ways

But whoever repents after their wrongdoing and mends their ways, Allah will surely turn to them in forgiveness. Indeed, Allah is All-Forgiving, Most Merciful.

آسمانوں زمین کے خزانوں کی مالک ہستی

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِؕ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕوَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ۔(مائدہ-40)

کیا تجھے معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے،وہ جسے چاہے عذاب دے اور جسے چاہے بخش دے، اور اللہ سب چیزوں پر قادر ہے۔المائدہ-40

Do you not know that the Dominion of the Heavens and the Earth belongs to Allah ˹alone˺? He punishes whoever He wills and forgives whoever He wills. And Allah is Most Capable of everything. (5:40)

دوسروں کے اعمال کی ذمہ داری آپ پر نہیں

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَ فْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ۔۔۔ (مائدہ۔ 41)

اے رسول! آپ ان لوگوں کے لئے غم نہ کیجئے جو کفر وانکار میں سبقت کر رہے ہیں،وہ لوگ جو اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں حالانکہ ان کے دل مومن نہیں ہیں۔۔۔

O Messenger! do not be grieved by those who race to surpass one another in disbelief- those who say with their tongues 'We believe,' but have no faith in their hearts.... (5:41)

This verse refers to those who devoted all their capacities and efforts to ensure that the pre-Islamic culture of Jahiliyah remained intact, and that the reformative mission of Islam should fail to set right the corruption that had come down to them from the past. Disregarding all moral scruples, these people used the vilest methods against the Prophet (PBUH). They deliberately suppressed the truth and resorted to lying, deceit, treachery and low cunning in order to frustrate the mission of the Prophet, who was engaged in a tireless struggle actuated by absolute selflessness and benevolence, and who sought the welfare of all human beings, including that of his opponents. This naturally hurt the Prophet. A sincere person must feel heartbroken when he sees men of low moral character, driven by ignorance, blind selfishness and bigotry, resort to vile methods in opposition to his mission, which is actuated by charity and goodwill towards all human beings. Hence the purpose of God's directive here is not to ask the Prophet to abstain from this natural feeling of grief but rather that he should not allow such feelings to undermine his moral and that he should persevere in his task. As for the opponents of the Prophet (peace be on him), in view of their low morals, their mean conduct was not at all contrary to expectations.

نبی کریم کو اہل کفر و شرک کے ایمان نہ لانے اور ہدایت کا راستہ نہ اپنانے پر جو غم، کڑھن اور افسوس ہوتا تھا اس پر اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو زیادہ غم نہ کرنے کی ہدایت فرما رہے ہیں۔ اس اعتبار سے آپؐ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ آپؐ دوسروں کے قول و فعل کے ذمہ دار نہیں، ایسے لوگوں کے بارے میں عند اللہ آپ سے باز پرس نہیں ہو گی۔

مخالفین اسلام اور مخالفین رسولؐ کی ساری ذہانتیں اور سرگرمیاں اس کوشش میں صرف ہو رہی تھیں کہ جاہلیت کا کلچر برقرار رہے اور اسلام کی یہ اصلاحی دعوت اس بگاڑ کو درست کرنے میں کامیاب نہ ہونے پائے۔ یہ لوگ تمام اخلاقی بندشوں سے آزاد ہو کر نبی اکرمؐ کے خلاف ہر قسم کی گھٹیا چالیں چل رہے تھے۔ جان بوجھ کر حق نگل رہے تھے۔ نہایت بے باکی و جسارت کے ساتھ جھوٹ، فریب، دغا اور مکر کے ہتھیاروں سے اس پاک انسان کے کام کو شکست دینے کی کوشش کر رہے تھے جو کام بے غرضی کے ساتھ سراسر خیر خواہی کی بنا پر عام انسانوں کی اور خود ان کی فلاح و بہبود کے لیے

شب و روز محنت کر رہا تھا۔ ان کی ان حرکات کو دیکھ دیکھ کر نبی اکرمؐ کا دل کڑھتا تھا، اور یہ کڑھنا بالکل فطری امر تھا۔ جب کسی پاکیزہ انسان کو پست اخلاق لوگوں سے سابقہ پیش آتا ہے اور وہ محض اپنی جہالت اور خود غرضی و تنگ نظری کی بنا پر اس کی خیر خواہانہ مساعی کو روکنے کے لیے گھٹیا درجہ کی چال بازیوں سے کام لیتے ہیں تو فطرۃً اس کا دل دکھتا ہی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے ارشاد کا منشا یہ نہیں ہے کہ ان حرکات پر جو فطری رنج آپ کو ہوتا ہے وہ نہ ہونا چاہیے۔ بلکہ منشاء دراصل یہ ہے کہ اس سے آپ دل شکستہ نہ ہوں، ہمت نہ ہاریں، صبر کے ساتھ بندگان خدا کی اصلاح کے لیے کام کیے چلے جائیں۔ رہے یہ لوگ، تو جس قسم کے ذلیل اخلاق انہوں نے اپنے اندر پرورش کیے ہیں ان کی بنا پر یہ روش ان سے عین متوقع ہے، کوئی چیز ان کی اس روش میں خلاف توقع نہیں ہے۔

اس آیت میں ان لوگوں کی بھی مذمت بیان کی جارہی ہے جو رائے، قیاس اور خواہشات نفسانی کو اللہ کے دین و شریعت پر مقدم رکھتے ہیں۔ اللہ و رسول ﷺ کی اطاعت سے نکل کر انکار کی روش اپناتے ہیں۔ گو یہ لوگ زبانی ایمان کے دعوے دار ہوں لیکن ان کا دل ایمان سے خالی ہے۔ منافقوں کی یہی حالت ہوتی ہے کہ زبان کے کھرے اور دل کے کھوٹے ہوتے ہیں اور یہی خصلت بعض اہل کتاب کی بھی ہے جو اسلام دشمنی میں متحرک رہتے ہیں۔ یہ جھوٹ کو مزے مزے سے سنتے ہیں اور دل کھول کر قبول کرتے ہیں۔ لیکن سچ سے بھاگتے ہیں بلکہ نفرت کرتے ہیں۔ ان کی ایک اور بری خصلت یہ ہے کہ یہ آدھا سچ بیان کرتے ہیں۔ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ۔۔ یہ بات کو بدل ڈالتے ہیں مطلب کچھ ہو، لے کر کچھ اڑتے ہیں۔ اگر تم ان کی خواہش کے مطابق کہو تو مان لیتے ہیں اور اگر آپ کی بات ان کی طبیعت کے خلاف ہو تو دور رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کیلئے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت کی سزا بھی ان کا مقدر ہے: لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۔ (مائدہ۔41)

رشوت خور منصفوں اور ججوں کو تنبیہ

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ۔۔۔ (مائدہ۔42)

یہ جھوٹ سننے والے اور حرام کے مال کھانے والے ہیں۔۔۔

Giving Verdicts for worldly gains

They eagerly listen to falsehood and consume forbidden gain. (5:42)

سَمّٰعُوْنَ کے ایک معنی ہیں دوسروں کی باتیں ماننے اور قبول کرنے کے لئے سننا۔ یہاں خاص طور پر ان منصفوں، مفتیوں اور ججوں کی طرف اشارہ ہے جو جھوٹی شہادتیں لے کر اور جھوٹی روداد یں سن کر ان لوگوں کے حق میں انصاف کے خلاف فیصلے کیا کرتے تھے جن سے انہیں رشوت پہنچ جاتی تھی یا جن کے ساتھ ان کے دنیاوی مفاد وابستہ ہوتے تھے۔

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ: آج کی دنیا میں مسلمانوں کی بربادی کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ وہ دنیا کے معاملات میں تو بڑے ہوشیار ہیں۔ اچھے ڈاکٹر سے علاج کرواتے ہیں، کوئی مقدمہ پیش آتا ہے تو اچھے سے اچھا وکیل ڈھونڈھ لاتے ہیں، کوئی مکان بنانا ہے تو اعلیٰ سے اعلیٰ آرکٹیکٹ اور انجنیئر کا سراغ لگالیتے ہیں۔ لیکن دین کے معاملہ میں ایسے سخی ہیں کہ جس کی داڑھی اور جبہ، دستار اور کرتہ دیکھا، کچھ الفاظ بولتے ہوئے سن لیا، اس کو مقتداء، عالم، مفتی، رہبر بنالیا، بغیر اس تحقیق کے کہ اس کے پاس دین کا علم بھی ہے کہ نہیں۔ اس کا یہ نتیجہ ہے کہ مسلمانوں میں جو لوگ دین کی طرف متوجہ بھی ہوتے ہیں ان کا بہت بڑا حصہ جاہل واعظوں اور دکاندار پیروں کے جال میں پھنس کر دین کے صحیح راستہ سے دور جا پڑتا ہے، ان کا علم دین صرف وہ کہانیاں رہ جاتی ہیں جن میں نفس کی خواہشات پر زد نہ پڑے، وہ خوش ہیں کہ ہم دین پر چل رہے ہیں۔ اور بڑی عبادت کر رہے ہیں، مگر حقیقت وہ ہوتی ہے جس کو قرآن کریم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا: الذين ضل سعيهم فی الحيوة۔ یعنی وہ لوگ ہیں جن کی سعی و عمل دنیا ہی میں برباد ہو چکی ہے اور وہ اپنے نزدیک یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے بڑا اچھا عمل کیا ہے۔

اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ: سُحت کے لفظی معنی کسی چیز کو جڑ یعنی بنیاد سے کھود کر برباد کرنے کے ہیں۔ قرآن مجید میں اس جگہ لفظ سحت سے مراد رشوت ہے۔ رشوت کو سحت کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ نہ صرف لینے دینے والوں کو برباد کرتی ہے بلکہ پورے ملک وملت کی بنیاد کو تباہ کرنے والی ہے، جس ملک یا جس محکمہ میں رشوت چل جائے وہاں قانون معطل ہو کر رہ جاتا ہے اور قانون ملک ہی وہ چیز ہے جس سے ملک وملت کا امن برقرار رکھا جاتا ہے، وہ معطل ہو گیا تو نہ کسی کی جان محفوظ رہتی ہے نہ آبرو نہ مال، اس لئے شریعت اسلام میں اس کو سحت (رشوت) فرما کر شدید حرام قرار دیا ہے، اور اس کے دروازہ کو بند کرنے کے لئے امراء وحکام کو جو ہدیے اور تحفے پیش کئے جاتے ہیں ان کو بھی صحیح حدیث میں رشوت قرار دے کر حرام کر دیا گیا ہے (جصاص)۔

رشوت سے کیا مراد ہے؟

رشوت کی شرعی تعریف یہ ہے کہ جس کام کا معاوضہ لینا شرعاً درست نہ ہو اس کا معاوضہ لیا جائے، مثلاً جو کام کسی شخص کے فرائض منصبی میں داخل ہے اور اس کا پورا کرنا اس کی ڈیوٹی ہے اس پر کسی فریق سے معاوضہ لینا رشوت ہے۔ مثلاً جج کا کام ہے کہ انصاف کے مطابق مقدمہ کا فیصلہ کرے کیونکہ اس کام کی وہ تنخواہ لیتا ہے لیکن اگر اس مقصد کیلئے لوگوں سے رقم لیکر فیصلہ کرتا ہے تو یہ رشوت خوری میں آتا ہے۔ اگر وہ رشوت لیکر ناانصافی پر مبنی فیصلہ کرتا ہے تو یہ دوہرا گناہ ہے۔ کسی محکمہ کے اہلکار

سرکاری ملازمت کی روسے اپنے فرائض ادا کرنے کے ذمہ دار ہیں، وہ صاحب معاملہ سے کچھ لیں تو یہ رشوت ہے۔ بدقسمتی سے اس کو آجکل چائے پانی کا نام دے کر جائز سمجھ لیا گیا ہے۔ پھر جو شخص رشوت لے کر کسی کا جائز کام کرتا ہے حالانکہ وہ کام اس کے فرائض میں پہلے سے شامل تھا تو وہ رشوت لینے کا گناہگار ہے اور یہ مال اس کے لئے سُحت یعنی رشوت ہے اور حرام ہے، اور اگر رشوت کی وجہ سے ناجائز یا غیر قانونی کام کیا، کسی کی حق تلفی کی، جھوٹا فیصلہ کیا تو یہ دوہرا جرم ہے۔ بعض مفسرین سحت سے مراد مذہبی رشوت یا من پسند فتوے کی اجرت بھی مراد لیتے ہیں۔

پچھلی قوموں کی تباہی کی وجہ: رشوت خوری، کرپشن

قرآن مجید میں پچھلی قوموں کی تباہی کا ذکر ہے۔ ان میں زیادہ قوموں کی تباہی کی وجہ صرف عبادات (نماز، روزہ، زکوۃ، حج) میں کمی نہیں تھی بلکہ ان کی تباہی کی بڑی وجوہات میں معاملات کی کوتاہی شامل تھی یعنی رشوت خوری، انصاف نہ کرنا، معاشرتی ظلم وزیادتی، قتل ناحق، کم تولنا، ملاوٹ کرنا وغیرہ تھا۔

غیر مسلموں کے درمیان فیصلہ کرتے ہوئے بھی انصاف کرو

وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۔ (مائدہ۔42)

اور اگر تم ان کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، یقیناً عدل والوں کے ساتھ اللہ محبت رکھتا ہے۔

Justice for everyone

But if you judge between them, then do so with justice. Surely Allah loves those who are just. (5:42)

گیارہوں رکوع: اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ۔۔۔ (مائدہ۔44)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

تورات اپنے دور کا حق تھی اور ذریعہ نور وہدایت تھی، ہر آسمانی کتاب اپنے وقت میں قابل اتباع تھی، تمام انبیاء ایک ہی دین کے پیروکار تھے، تمام انسانوں کے خون برابر، مرد وعورت کا خون برابر (انّ النفس بالنفس)، سزا سے متعلق زمانہ جاہلیت کی روایات، اللہ کی آیات یعنی دین کو نہ بیچو (ولا تشتروا بآیاتی ثمناً قلیلا) حکمرانوں یا لوگوں کی خوشنودی کیلئے اپنی مرضی کا دین نہ بناؤ، آسمانی ہدایت اور تعلیمات پر عمل کرو، لوگوں کی نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کرو (ولا تتبع اھواء ھم)، اپنے فیصلوں میں کتاب

الٰہی کو معیار بناؤ،(ومن لم یحکم بماانزل اللہ فاؤلئک ھم الفاسقون)،اختلاف شرائع کی حکمت: انسانی مزاج اور طبائع کا اختلاف، زمانے کا اختلاف، آسمانی ہدایت کا فائنل ورژن: قرآن مجید، شریعت اسلام: دائمی اور مستقل شریعت، اسلامک کوڈ آف پریکٹس، دین پر عمل کیلئے انسانوں پر جبر نہیں(ولو شاء اللہ لجعلکم امۃ واحدہ) آزمائش اسی میں ہے کہ لوگ اپنی مرضی سے ہدایت کے راستے یعنی صراط مستقیم پر چلیں، اچھے کاموں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو (فاستبقوا الخیرات)، فیصلہ سازی میں ہمیشہ انصاف سے کام لو، جاہلانہ کلچر پر مبنی فیصلے نہ کرو(افحکم الجاہلیۃ یبغون)۔

تورات اپنے دور کا حق تھی اور ذریعہ نور و ہدایت تھی

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۗ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ۔ (مائدہ۔44)

ہم نے تورات نازل فرمائی ہے جس میں ہدایت و نور ہے، یہودیوں میں اسی تورات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ماننے والے انبیا(علیہم السلام) اور اہل اللہ اور علما فیصلے کرتے تھے کیونکہ انہیں اللہ کی اس کتاب کی حفاظت کا حکم دیا گیا تھا۔ اور وہ اس پر اقراری گواہ تھے اب تمہیں چاہیئے کہ لوگوں سے نہ ڈرو اور صرف میرا ڈر رکھو، میری آیتوں کو تھوڑے تھوڑے مول پر نہ بیچو، جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی وحی کے ساتھ فیصلے نہ کریں وہ (پورے اور پختہ) کافر ہیں۔

Indeed, We revealed the Torah, containing guidance and light, by which the prophets, who submitted themselves to Allah, judged by it for the Jews, as did the rabbis and scholars by that with which they were entrusted of the Scripture of Allah, and they were witnesses and of which they were made keepers. So do not fear the people; fear Me! and do not exchange My verses for a small price. Those who do not judge according to what Allah has sent down are indeed rejecting [God's teachings]. (5:44)

In the last part of this verse, God unmasks the dishonesty of some people of faith. Their true religion consisted merely of worshipping their interests and desires and in most cases just making money. They were ready to turn

their backs upon the very book which they recognized as the Book of God merely because some of its injunctions were against their personal objectives and desires.

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ : یعنی ہم نے اپنی کتاب تورات بھیجی جس میں حق کی طرف رہنمائی اور ایک خاص نور تھا۔اس میں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا کہ آج جو شریعت توراۃ کو منسوخ کیا جارہا ہے تو اس میں تورات کی کوئی تنقیص نہیں، بلکہ تغیر زمانہ کے سبب سے تغیر احکام کی ضرورت کے ماتحت ایسا کیا گیا، ورنہ تورات بھی ہماری ہی نازل کردہ کتاب ہے۔

النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا۔۔:اس آیت میں تمام انبیاءؑ کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ دین اسلام کے پیروکار تھے اور اسی دین کے داعی تھے جس کی طرف محمد رسول اللہؐ دعوت دے رہے ہیں۔یعنی تمام پیغمبروں کا دین ایک ہی رہا ہے۔اسلام جس کی بنیادی دعوت یہ تھی کہ ایک اللہ کی عبادت کی جائے اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کیا جائے۔ہر نبی نے سب سے پہلے اپنی قوم کو یہی دعوت توحید واخلاص پیش کی:وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۔ ہم نے آپ سے پہلے جتنے رسول بھیجے،سب کو یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے،پس تم سب میری ہی عبادت کرو۔(انبیاء۔25)۔اسی کو قرآن میں الدّین بھی کہا گیا ہے۔جیسا کہ سورہ شوریٰ کی آیت میں بھی فرمایا گیا:شرع لکم من الدین ما وصّی بہ نوحا۔۔۔(شوریٰ۔13)جس میں اسی مضمون کو بیان کیا گیا ہے کہ آپ کے لیے ہم نے وہی دین مقرر کیا ہے جو آپ سے قبل دیگر انبیا کے لیے کیا تھا۔

تمام انسانوں کے خون برابر

مرد اور عورت کا خون برابر ہے

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ۔۔۔ (مائدہ۔45)

اور ہم نے اس کتاب (تورات) میں ان پر فرض کر دیا تھا کہ جان کے بدلے جان۔۔۔

اس آیت کے عموم سے یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ تمام انسانوں کے خون برابر ہیں۔اسی طرح مرد و عورت کا خون بھی برابر ہے۔حضرت ابن عباس(رض)فرماتے ہیں کہ یہ لوگ مرد کو عورت کے بدلے سزا نہیں دیتے تھے جس پر یہ آیت: اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ

قِصَاصٌ۔ (المائدہ:45) نازل ہوئی پس مجرم لوگ سب برابر ہیں۔ ایک اسلامی نظام حکومت میں مجرم چاہے مسلمان ہو یا غیر مسلم، مرد ہو یا عورت ہو، وہ مجرم ہے اور مستوجب سزا ہے۔

اسی طرح یہ بھی فقہی اصول ہے کہ اگر ایک جرم میں کئی افراد ملوث ہیں تو ان سب کو سزا ملے گی۔ حضرت عمر فاروق (رض) کے دور میں ایک قتل میں ملوث سات قاتلوں کو سزا ملی۔

اس آیت کا مدعا یہ ہے کہ جتنا ظلم کسی نے کسی پر کیا اتنا ہی بدلہ لینا دوسرے کے لئے جائز ہے اس سے زیادتی کرنا جائز نہیں ۔ مگر اس کا مطلب یہ بھی نہیں ہے کہ مجرم نے جس طریقے سے کسی کو قتل کیا اسی طریقے سے اس کو قتل کیا جائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اصل قاتل یا مجرم کو ضرور انصاف کے کٹہرے میں لایا جائے۔ یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ:
قصاص لینے کا حق اگرچہ مقتول کے ورثاء کا ہے مگر باجماع امت ان کو اپنا یہ حق خود وصول کرنے کا اختیار نہیں بلکہ اس حق کو حاصل کرنے کے لئے عدالت یا حکومت کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔ (بحوالہ قرطبی)
ہمیشہ سزا کا اختیار قانونی اور عدالتی تقاضوں کو پورا کرنے کے بعد صرف مجاز قانونی عدالت یا اتھارٹی کو ہوتا ہے۔ کسی فرد یا گروہ کو اپنے طور پر مجرم کو سزا دینے کا قطعاً اختیار نہیں۔

There is no concept of mob justice in Islam.

سزا سے متعلق زمانہ جاہلیت کی روایات:

زمانہ جاہلیت میں کوئی نظم اور قانون نہیں تھا اس لیے زورآور قبیلے کمزور قبیلوں پر جس طرح چاہتے ظلم کا ارتکاب کر لیتے۔ ایک ظلم کی شکل یہ تھی کہ کسی طاقتور قبیلے کا کوئی فرد قتل ہو جاتا تو وہ صرف قاتل سے بدلہ لینے کے بجائے قاتل فرد کے قبیلے کے کئی افراد کو بلکہ بسا اوقات پورے قبیلے ہی کو تہس نہس کرنے کی کوشش کرتے۔ اسی طرح ایک قوم یا قبیلے کے لوگ اپنے مقتول کے خون کو جتنا قیمتی سمجھتے تھے، اتنی ہی قیمت کا خون اس خاندان یا قبیلے یا قوم سے لینا چاہتے تھے جس کے آدمی نے اسے مارا ہو۔ محض مقتول کے بدلے میں قاتل کی جان لے لینے سے ان کا کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوتا تھا بلکہ ان کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ قاتل کے قبیلے کا بھی کوئی ویسا ہی معزز آدمی مارا جائے۔ اس کے علاوہ زمانہ جاہلیت کی روایات میں یہ بھی تھا کہ کسی غلام کے قاتل آزاد مرد کو یا عورت کے قاتل مرد کو سزا نہیں ملتی تھی۔ ان آیات میں یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ جو قاتل یا مجرم ہو گا بدلے میں اسی کو سزا ملی گی۔ سورۃ بقرہ آیت 178 میں اسلام کے فلسفہ جرم و سزاء بالخصوص فلسفہ قصاص کا مقصد بیان کر دیا گیا: وَ

لَکُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوۃٌ یّٰاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ۔ عقل وخرد رکھنے والو! تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔ تاکہ تم (مزید خونریزی سے) بچو۔ (البقرہ۔179)

The purpose of the above verse is that the criminals should not go unpunished regardless of gender or status.

ہر آسمانی کتاب اپنے وقت میں قابل اتباع تھی

تورات اپنے دور کا حق تھی

وَقَفَّیْنَا عَلٰٓی اٰثَارِھِمْ بِعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَاٰتَیْنٰهُ الْاِنْجِیْلَ فِیْهِ ھُدًی وَّنُوْرٌ ۙ وَّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَھُدًی وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ۔ (مائدہ۔46)

اور ہم نے انبیاء کے نشان قدم پر عیسیٰ بن مریم کو بھیجا جو پہلے سے موجود کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرنے والے تھے اور ہم نے انہیں انجیل عطاء فرمائی جس میں نور اور ہدایت ہے اور اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرتی تھی دوسرا اس میں ہدایت و نصیحت تھی پارسا لوگوں کے لئے۔

Jesus on the footsteps of Prophets

Then in the footsteps of the prophets, We sent Jesus, son of Mary, confirming the Torah revealed before him. And We gave him the Gospel containing guidance and light and confirming what was revealed in the Torah—a guide and a lesson to the God-fearing. (5:46)

The Jesus was not a founder of a new religion. His religion was same which had been the religion of all the Prophets. He believed in the true teachings of the Torah which were extant in his time, and the Gospels (Injil) confirm this fundamental fact that none of the Prophets of God, no matter in which part of the world they appeared, denied the

Prophets who had preceded them. On the contrary, each Prophet confirmed the message of his predecessors and sought to promote the mission which was the sacred legacy of them all. God did not reveal any of the Books in order to repudiate the previous ones; each confirmed and supported the preceding ones.

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کوئی نیا مذہب لے کر نہیں آئے تھے بلکہ وہی ایک دین، جو تمام پچھلے تمام انبیاءؑ کا دین تھا، مسیح کا دین بھی تھا اور اسی کی طرف وہ دعوت دیتے تھے۔ توراۃ کی اصل تعلیمات میں سے جو کچھ ان کے زمانہ میں محفوظ تھا اس کو مسیح خود بھی مانتے تھے اور انجیل بھی اس کی تصدیق کرتی تھی۔ قرآن اس حقیقت کا بار بار اعادہ کرتا ہے کہ اللہ کی طرف سے جتنے انبیاء دنیا کے کسی گوشے میں آئے ہیں ان میں سے کوئی بھی پچھلے انبیاء کی تردید کے لیے اور ان کے کام کو ہٹا کر اپنا نیا مذہب چلانے کے لیے نہیں آیا تھا بلکہ ہر نبی اپنے پیشرو انبیاء کی تصدیق کرتا تھا اور اسی کام کر فروغ دینے کے لیے آتا تھا جسے اگلوں نے ایک پاک ورثہ کی حیثیت سے چھوڑا تھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی کوئی کتاب اپنی ہی پچھلی کتابوں کی تردید کرنے کے لیے کبھی نہیں بھیجی بلکہ اس کی ہر کتاب پہلے آئی ہوئی کتابوں کی مؤید اور مصدق تھی۔ چنانچہ اس آیت کے اندر فرمایا گیا:

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ: یعنی انبیائے سابقین کے فوراً بعد، متصل ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھیجا جو اپنے سے پہلے نازل شدہ کتاب تورات کی تصدیق کرنے والے تھے، نہ کہ اس کو جھٹلانے والے تھے، جو اس بات کی دلیل تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اللہ کے سچے رسول ہیں اور اسی اللہ کے فرستادہ ہیں جس نے تورات حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی، تو اس کے باوجود بعض لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی بلکہ ان کی تکفیر اور تنقیص واہانت تک بھی کی۔

وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ۔۔: یعنی جس طرح تورات اپنے وقت میں لوگوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ تھی اسی طرح انجیل کے نزول کے بعد اب یہی حیثیت انجیل کو حاصل ہوگئی اور پھر قرآن کریم کے نزول کے بعد تورات و انجیل اور دیگر کتب آسمانی پر عمل منسوخ ہو گیا اور ہدایت و نجات کا ذریعہ قرآن کریم رہ گیا اور اسی پر اللہ تعالیٰ نے آسمانی کتابوں کا سلسلہ ختم فرما دیا، یہ گویا اس بات کا اعلان ہے کہ قیامت تک پیدا ہونے والے انسانوں کی فلاح اور کامیابی اسی قرآن سے وابستہ ہے۔ جو اس سے جڑ گیا سرخرو رہے گا جو کٹ گیا ناکامی و نامرادی اس کا مقدر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حق ہر دور میں ایک ہی رہا ہے، متعدد نہیں۔ تورات اپنے دور کا حق تھی اور اپنے وقت میں منبع نور وہدایت تھی۔ اس کے بعد انجیل اپنے دور کا حق تھی۔ انجیل کے نزول کے بعد تورات پر عمل کرنا جائز نہیں تھا۔ اور جب قرآن نازل ہو گیا تو انجیل منسوخ

ہوگئی۔انجیل پر عمل کرنا اب جائز نہیں رہا اور صرف قرآن ہی واحد نظام عمل اور نجات کے لیے قابل عمل رہ گیا، اس پر ایمان لائے بغیر نجات ممکن نہیں۔ البتہ پچھلی آسمانی کتابوں پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔

تمام آسمانی کتابوں پر ایمان ضروری مگر اب قابل عمل کتاب قرآن

اپنے فیصلے کتاب الٰہی کے مطابق کرو

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ (مائدہ۔47)

اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہ اللہ کے نافرمان ہیں۔

Make Judgement according to Divine Guidance

And those who do not judge by what Allah has revealed are ˹his˺ disobedient. (5:47)

یہاں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے حق میں جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق فیصلہ نہ کریں ان کیلئے تین دفعہ تنبیہ فرمائی ہے:

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ۔ (مائدہ۔44)

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ (مائدہ۔45)

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ (مائدہ۔47)

جو لوگ آسمانی تعلیمات پر عمل نہ کریں اور اس کے مطابق اپنے فیصلے نہ کریں ایک یہ کہ وہ منکر ہیں، دوسرے یہ کہ وہ بے انصاف ہیں، تیسرے یہ کہ وہ فاسق اور گناہگار ہیں۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جو انسان اللہ کے نازل کردہ احکامات کو نظر انداز کرتا ہے، وہ دراصل تین طرح سے گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔

اوّلاً اس کا یہ عمل اللہ کے انکار کا ہم معنی ہے۔

ثانیاً اس کا یہ فعل عدل و انصاف کے خلاف ہے، کیونکہ ٹھیک ٹھیک عدل کے مطابق جو حکم ہو سکتا تھا وہ تو خدا نے دے دیا تھا، اس لیے جب اللہ کے حکم سے ہٹ کر اس نے فیصلہ کیا تو ظلم کیا۔

ثالثاً یہ کہ بندہ ہونے کے باوجود جب اس نے اپنے مالک کے حکم سے منحرف ہو کر اپنے فیصلے کئے تو در حقیقت بندگی و اطاعت کے دائرے سے باہر قدم نکالا اور یہی فسق ہے۔ البتہ اس انکار، ظلم اور فسق کے درجات و مراتب میں فرق ہے۔ جو شخص

حکم الٰہی کے خلاف اس بنا پر فیصلہ کرتا ہے کہ وہ اللہ کے حکم کو غلط اور اپنے یا کسی دوسرے انسان کے حکم کو صحیح سمجھتا ہے وہ منکر، ناانصاف اور فاسق ہے۔ اور جو اعتقاداً حکم الٰہی کو برحق سمجھتا ہے مگر عملاً اس کے خلاف فیصلہ کرتا ہے وہ اگرچہ خارج از ملت تو نہیں ہے مگر اپنے ایمان کو نفاق سے مخلوط کر رہا ہے۔ اور جو بعض معاملات میں مطیع اور بعض میں منحرف ہے اس کی زندگی میں ایمان و اسلام اور ظلم و فسق کی آمیزش ٹھیک ٹھیک اسی تناسب کے ساتھ ہے جس تناسب کے ساتھ اس نے اطاعت اور انحراف کو ملا رکھا ہے۔ بعض اہل تفسیر نے ان آیات کا مصداق اہل کتاب کو قرار دیا ہے۔ مگر اس تاویل کا بہترین جواب وہ ہے جو حضرت حذیفہؓ نے دیا ہے۔ ان سے کسی نے کہا کہ یہ تینوں آیتیں تو بنی اسرائیل کے حق میں آئی تھیں۔ کہنے والے کا مطلب یہ تھا کہ اہل کتاب میں جس نے خدا کے نازل کردہ حکم کے خلاف فیصلہ کیا ہو وہی ان آیات کا مصداق ہے یعنی وہی ظالم اور وہی فاسق ہے۔ اس پر حضرت حذیفہؓ نے فرمایا: نعم الاخرۃ لکم بنو اسرائیل اَن کانت لھم کل مُرّۃ ولکم کل حلوۃ کلّا واللہ لتسلکن طریقھم قدر الشراک۔ "کتنے اچھے بھائی ہیں تمہارے لیے یہ بنی اسرائیل کہ کڑوا کڑوا سب ان کے لیے ہے اور میٹھا میٹھا سب تمہارے لیے! ہرگز نہیں، اللہ کی قسم تم انہیں کے طریقہ پر قدم بقدم چلو گے۔

اس آیت کا سبق یہ ہے کہ یقین والوں کیلئے اللہ سے بہتر حکمران اور کارفرما کون ہوگا؟ اللہ سے زیادہ عدل و انصاف والے احکام کس کے ہوں گے؟ ایماندار اور یقین کامل والے بخوبی جانتے اور مانتے ہیں کہ اس احکم الحاکمین اور الرحم الراحمین سے زیادہ اچھے، صاف، سہل اور عمدہ احکام و قواعد مسائل و ضوابط کسی کے بھی نہیں ہوسکتے۔ وہ اپنی مخلوق پر اس سے بھی زیادہ مہربان ہے جتنی ماں اپنی اولاد پر ہوتی ہے، وہ پورے اور پختہ علم والا کامل اور عظیم الشان قدرت والا اور عدل و انصاف والا ہے۔ حضرت حسن فرماتے ہیں اللہ کے فیصلے کے بغیر جو فتویٰ دے اس کا فتویٰ جاہلیت کا فتویٰ ہے۔

شریعت اسلام: دائمی اور مستقل شریعت

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ۔ (مائدہ۔48)

ہم نے تجھ پر سچی کتاب اتاری جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کے مضامین پر نگہبانی کرنے والی ہے سو توان میں اس کے موافق حکم کر جو اللہ نے اتارا ہے اور جو حق تیرے پاس آیا ہے اس سے منہ موڑ کر ان کی خواہشات کی پیروی نہ کر ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک شریعت اور واضح راہ مقرر کر دی ہے اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی امت کر دیتا لیکن وہ تمہیں اپنے دیے ہوئے حکموں میں آزمانا چاہتا ہے لہذا نیکیوں میں ایک دوسرے سے بڑھنے کی کوشش کرو تو سب کو اللہ کے پاس پہنچنا ہے پھر تمہیں اصل حقیقت بتادے گا جس میں تم اختلاف کرتے رہے ہو۔

Islamic Code of Practice

We have revealed to you ˹O Prophet˺ this Book with the truth, as a confirmation of previous Scriptures and a supreme authority on them. So judge between them by what Allah has revealed, and do not follow their desires over the truth that has come to you. To each of you We have ordained a Code of Practice and a way of life. If Allah had willed, He would have made you one community, but His Will is to test you with what He has given ˹each of˺ you. So compete with one another in doing good. To Allah you will all return, then He will inform you ˹of the truth˺ regarding your differences. (5:48)

یہاں ایک اہم حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ اگرچہ اس مضمون کو یوں بھی ادا کیا جاسکتا تھا کہ "پچھلی کتابوں" میں سے جو کچھ اپنی اصلی اور صحیح صورت پر باقی ہے، قرآن اس کی تصدیق کرتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے "پچھلی کتابوں" کے بجائے الکتاب کا لفظ استعمال فرمایا۔ اس سے یہ راز منکشف ہوتا ہے کہ قرآن اور تمام وہ کتابیں جو مختلف زمانوں اور مختلف زبانوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئیں، سب فی الاصل ایک ہی کتاب ہیں۔ ایک ہی ان کا مصنف ہے، ایک ہی ان کا مدعا اور مقصد ہے، ایک ہی ان کی تعلیم ہے، اور ایک ہی علم ہے جو ان کے ذریعہ سے نوع انسانی کو عطا کیا گیا۔ فرق اگر ہے تو ٹیکسٹ یا عبارات کا ہے جو ایک ہی مقصد کے لیے مختلف مخاطبوں کے لحاظ سے مختلف طریقوں سے اختیار کی گئیں۔ پس حقیقت صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ یہ کتابیں ایک دوسرے کی مخالف نہیں، مؤید ہیں، تردید کرنے والی نہیں، تصدیق کرنے والی ہیں۔ بلکہ اصل حقیقت اس سے کچھ بڑھ کر ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ سب ایک ہی الکتاب کے مختلف ایڈیشن ہیں۔ اب اس کتاب کا آخری ایڈیشن اور فائنل ورژن قرآن مجید ہے۔

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ۔۔: ہر آسمانی کتاب اپنے سے ماقبل کتاب کی مصدق رہی ہے جس طرح قرآن پچھلی تمام کتابوں کا مصدق ہے اور تصدیق کا مطلب یہ ہے کہ یہ ساری کتابیں فی الواقع اللہ کی نازل کردہ ہیں۔ لیکن قرآن مصدق ہونے کے ساتھ ساتھ مُهَيْمِنْ (محافظ، امین، شاہد اور حاکم) بھی ہے۔ عربی میں لفظ مُهَيْمِنْ محافظت، نگرانی، شہادت کے معنوں میں بولا جاتا ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے: هيمن الطائر علىٰ فراخه، یعنی پرندے نے اپنے چوزے کو اپنے پروں میں لے کر محفوظ کر لیا۔ اسی سے لفظ ھمیان ہے جسے اردو میں ہمیانی یا تجوری اور انگریزی میں سیف لاکر کہتے ہیں یعنی وہ جگہ جہاں آدمی اپنا مال رکھ کر محفوظ کرتا ہے۔ پس قرآن کو مهيمن کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے ان تمام برحق تعلیمات کو جو پچھلی کتب آسمانی میں دی گئی تھیں، اپنے اندر لے کر محفوظ کر لیا ہے۔ وہ ان پر نگہبان ہے اس معنی میں کہ اب ان کی تعلیمات برحق کا کوئی حصہ ضائع نہ ہونے پائے گا۔ وہ ان کا مؤید ہے اس معنی میں کہ ان کتابوں کے اندر خدا کا کلام جس حد تک موجود ہے قرآن سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ وہ ان پر گواہ ہے اس معنی میں کہ ان کتابوں کے اندر خدا کے کلام اور لوگوں کے کلام کی جو آمیزش ہو گئی ہے قرآن کی شہادت سے اس کو پھر چھانٹا جا سکتا ہے، جو کچھ ان میں قرآن کے مطابق ہے وہ اللہ کا کلام ہے اور جو قرآن کے خلاف ہے وہ لوگوں کا کلام ہے۔۔

وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ هُمْ۔۔: یہ دراصل امت کو تعلیم دی جارہی ہے کہ اللہ کی نازل کردہ کتاب سے ہٹ کر لوگوں کی خواہشات کے مطابق فیصلے کرنا گمراہی ہے، جس کی اجازت جب پیغمبر کو نہیں ہے تو کسی اور کو کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا: اس سے مراد پچھلی شریعتیں ہیں جن کے بعض احکامات ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ ایک شریعت میں بعض چیزیں حرام تو دوسری میں حلال تھیں، بعض میں کسی مسئلے میں تشدید تھی اور دوسرے میں تخفیف، لیکن دین سب کا ایک یعنی توحید پر مبنی تھا۔ اس لئے سب کی دعوت ایک ہی تھی۔ اس مضمون کو ایک حدیث میں اس طرح بیان کیا گیا ہے: الانبياء اخوة لعلات، امهاتهم شتّٰى ودينهم واحد۔ تمام انبیاءؑ آپس میں علاتی بھائیوں کی طرح ہیں۔ اگرچہ ان کی مائیں مختلف تھیں مگر دین سب کا ایک ہی تھا۔ مطلب یہ ہے کہ ان کا دین ایک ہی تھا اور شریعتیں مختلف تھیں۔ لیکن شریعت اسلام کے بعد اب ساری پچھلی شریعتیں بھی منسوخ ہو گئیں ہیں۔ اب شریعت اسلام کی صورت میں ایک مستقل اور دائمی شریعت عطا کر دی گئی۔

اختلاف شرائع میں حکمت یہ ہے کہ دنیا کے ہر دور اور ہر طبقہ کے انسانوں کے مزاج و طبائع مختلف ہوتی ہیں۔ زمانہ کا اختلاف طبیعت انسانی پر بہت زیادہ اثر انداز ہوتا ہے، اگر سب کے لئے فروعی احکام ایک ہی کر دیئے جائیں

توانسان بڑی مشکل میں مبتلا ہو جائے، اس لئے حکمت الٰہیہ کا یہ تقاضا یہ ہوا کہ ہر زمانہ اور ہر مزاج کے جذبات کی رعایت رکھ کر فروعی احکام میں مناسب تبدیلی کی جائے۔

اسلامی احکامات میں ناسخ و منسوخ کے پیچھے بھی یہی حکمت ہے۔ناسخ و منسوخ کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ حکم دینے والے کو پہلے حالات معلوم نہ تھے تو ایک حکم دیدیا پھر نئے حالات سامنے آئے تو اس کو منسوخ کر دیا، یا پہلے غفلت و غلطی سے کوئی حکم صادر کر دیا۔ناسخ و منسوخ کی مثال ایک ڈاکٹر کے نسخہ کی طرح ہے کہ جس میں دوائیں تدریجاً تبدیل کی جاتی ہیں کیونکہ ڈاکٹر کو پہلے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تین روز اس دوا کا استعمال کرنے کے بعد مریض پر یہ کیفیات طاری ہو جائیں گی اس وقت فلاں دوا دی جائے گی، جب وہ پچھلا نسخہ منسوخ کر کے دوسرا دیتا ہے تو یہ کہنا صحیح نہیں ہوتا کہ پہلا نسخہ غلط تھا اس لئے منسوخ کیا گیا، بلکہ حقیقت یہ ہوتی ہے کہ پچھلے ایام میں وہی نسخہ صحیح اور ضروری تھا، اور بعد کے حالات میں یہی دوسرا نسخہ صحیح اور ضروری ہے۔

اختلاف شرائع میں دوسری حکمت یہ تھی کہ ہر زمانے میں لوگوں کو اللہ کا بندہ بنایا جائے نہ کہ مراسم عبودیت کا۔ کیونکہ در حقیقت عبادت نام ہے بندگی اور اطاعت کا جو صرف نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ یا ذکر و تلاوت پر منحصر نہیں اور نہ یہ چیزیں اپنی ذات میں مقاصد ہیں، بلکہ ان سب کا مقصد صرف ایک اللہ کی عبادت و اطاعت ہے۔یہی وجہ ہے کہ جن اوقات میں نماز کی ممانعت فرمائی گئی ہے، ان میں نماز کوئی کار ثواب نہیں بلکہ الٹا گناہ کا موجب ہے۔ایام عیدین میں روزہ رکھنا الٹا گناہ ہے۔ نویں ذی الحجہ کے علاوہ کسی دن کسی مہینہ میں میدان عرفات میں جمع ہو کر دعا و عبادت کرنا کار ثواب نہیں حالانکہ نویں ذی الحجہ میں یہ سب سے بڑی عبادت ہے۔اسی طرح تمام دوسری عبادات کا حال ہے کہ جب تک ان کے کرنے کا حکم ہے تو وہ عبادات ہیں اور جب اور جس حد تک ان کو روک دیا جائے تو وہ بھی حرام و ناجائز ہو جاتی ہیں۔بے علم عوام اس حقیقت سے آگاہ نہیں ہوتے، جو عبادات ان کی عادات بن جاتی ہیں بلکہ بعض دفعہ مذہبی رسوم کو وہ عبادات سمجھ کر اختیار کر لیتے ہیں تو یہیں سے بدعات دین کا دروازہ کھل جاتا ہے۔یہی چیز پچھلی شریعتوں اور کتابوں کی تحریف کا سبب بنی۔اللہ رب العالمین نے مختلف پیغمبروں پر مختلف کتابیں اور شریعتیں نازل فرما کر انسانوں کو یہی سکھایا ہے کہ کسی ایک عمل یا ایک قسم عبادت کو مقصود نہ بنالیں۔بلکہ صحیح معنی میں اللہ کے فرمانبردار بندے بنیں، اور جس وقت پچھلے عمل کو چھوڑ دینے کا حکم ہو فوراً چھوڑ دیں، اور جن عمل کے کرنے کا ارشاد ہو فوراً اس پر عمل پیرا ہوں۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً: یعنی نزول قرآن کے بعد اب نجات تو اگرچہ اسی سے وابستہ ہے۔لیکن اس راہ نجات کو اختیار کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر جبر نہیں کیا ہے۔ورنہ وہ چاہتا تو ایسا کر سکتا تھا، لیکن اس طرح تمہاری آزمائش ممکن نہ ہوتی، جب کہ وہ تمہیں آزمانا چاہتا ہے۔بلاشبہ یہ ممکن تھا کہ شروع ہی سے تمام انسانوں کے لیے ایک

ضابطہ مقرر کر کے سب کو ایک امت بنا دیا جاتا۔ لیکن وہ فرق جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے درمیان رکھا اس کے اندر دوسری بہت سی مصلحتوں کے ساتھ ایک بڑی **مصلحت** یہ بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ اس طریقہ سے لوگوں کی **آزمائش** کرنا چاہتا تھا اور ان کا **امتحان** مقصود تھا۔ جو لوگ اصل دین اور اس کی روح اور حقیقت کو سمجھتے ہیں اور کسی تعصب میں مبتلا نہیں ہیں وہ حق کو جس صورت میں بھی وہ آئے اور جس دور میں بھی آئے اور جو بھی اسے لیکر آئے، وہ اس کو **پہچان** لیں گے اور قبول کر لیں گے۔ بخلاف اس کے جن لوگوں نے جمود اور **تعصب** اختیار کر لیا ہے وہ ہر اس **ہدایت کو رد** کرتے چلے جائیں گے جو اللہ کی طرف سے بھیجی جائے۔ ان دونوں قسم کے لوگوں میں فرق کرنے کے لیے یہ آزمائش ضروری تھی۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے **شرائع میں اختلاف** رکھا۔ تمام شرائع سے اصل مقصود نیکیوں اور بھلائیوں کو پانا ہے اور وہ اسی طرح حاصل ہو سکتی ہیں کہ جس وقت جو **دین کا حکم** ہو اس کی پیروی کی جائے۔ لہٰذا جو لوگ اصل مقصد پر نگاہ رکھتے ہیں ان کے لیے شرائع کے اختلافات اور مناہج کے فروق پر جھگڑا کرنے کے بجائے صحیح طرز عمل یہ ہے کہ مقصد کی طرف اس راہ سے پیش قدمی کریں جس کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔

آیت کے آخر میں فرمایا گیا:

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ۔ (مائدہ۔48)

پس نیکیوں میں ایک دوسرے سے سبقت کرنے کی کوشش کرو۔ تم سب کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے، پھر وہ تمہیں ہر وہ چیز بتا دے گا جس میں تم اختلاف کرتے رہتے ہو۔

So compete with one another in doing good. To Allah you will all return, then He will inform you ˹of the truth˺ regarding your differences. (5:48)

جو اختلافات انسانوں نے اپنے جمود، تعصب، ہٹ دھرمی سے خود پیدا کر لیے ہیں ان کا آخری فیصلہ نہ **مجلس مناظرہ** میں ہو سکتا ہے نہ **میدان جنگ** میں۔ ان معاملات کا آخری اور **حتمی فیصلہ** اللہ تعالیٰ خود قیامت والے دن فرمائے گا کہ کون حق پر تھا اور کون باطل پر۔

فیصلہ سازی میں ہمیشہ انصاف سے کام لو

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ۔ (مائدہ۔49)

اور ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں، جو اللہ نے تم پر نازل کیا ہے

اور ان کی خواہشات کی پیروی نہ کریں

اور ان سے ہوشیار رہیں کہ کہیں وہ آپ کو اللہ کے نازل کردہ کسی حکم سے بھٹکا نہ دیں

اور اگر وہ روگردانی کریں، تو جان لیجیے کہ اللہ بس یہ چاہتا ہے کہ وہ انہیں ان کے بعض گناہوں کی سزا دے۔(مائدہ۔49)

And judge, [O Prophet], between them by what Allah has revealed and do not follow their desires, and beware of them, lest they tempt you away from some of what Allah has revealed to you. And if they turn away – then know that Allah only intends to afflict them with some of their [own] sins. And indeed, many among the people are indeed rebellious. (5:49)

قرآن کے مطابق چلو اور اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو

جاہلانہ کلچر اور روایات پر مبنی فیصلے نہ کرو

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ۭ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ۔ (مائدہ۔50)

(اگر یہ اللہ کے احکام سے منہ موڑتے ہیں) تو کیا پھر جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ حالانکہ جو لوگ اللہ پر یقین رکھتے ہیں ان کے نزدیک اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کوئی نہیں ہے۔

Judgements based on Pre-Islamic Culture

Is it the judgment of ˹pre-Islamic˺ ignorance they seek? Who could be a better judge than Allah for people of sure faith? (5:50)

The pre-Islamic period in Arabia is designated as *Jahiliyah* because this was the era when human beings derived their norms from either superstitious beliefs, conjectures and

imagination or from their desires. Whenever such an attitude is adopted, it is bound to be designated as Ignorance. The appellation 'Jahiliyah' will apply to every aspect of life which is developed in disregard of the knowledge made available by God, based only on man's partial knowledge blended with imagination, superstitious fancies, conjectures and desires.

جاہلیت کالفظ اسلام سے پہلے کے کلچر پر بولا جاتا ہے۔اسلام کا طریقہ سراسر علم ہے کیونکہ اس کی طرف اللہ نے رہنمائی کی ہے جو تمام حقائق کا علم رکھتا ہے۔ عرب کے زمانہ قبل اسلام کو جاہلیت کادور اسی معنی میں کہا گیا ہے کہ اس زمانہ میں علم کے بغیر محض وہم یا قیاس و گمان یا خواہشات کی بنا پر انسانوں نے اپنے لیے زندگی کے طریقے مقرر کر لیے تھے۔یہ طرز عمل جہاں جس دور میں بھی انسان اختیار کریں اسے بہر حال جاہلیت ہی کا طرز عمل کہا جائے گا۔ مدرسوں اور یونیورسٹیوں میں جو کچھ پڑھایا جاتا ہے وہ محض ایک جزوی علم ہے اور کسی معنی میں بھی انسان کی رہنمائی کے لیے کافی نہیں ہے۔ لہٰذا اللہ کے دیے ہوئے علم سے بے نیاز ہو کر جو نظام زندگی اس جزوی علم کے ساتھ ظنون واوہام اور قیاسات و خواہشات کی آمیزش کر کے بنالیے گئے ہیں وہ بھی اسی طرح جاہلیت کی تعریف میں آتے ہیں جس طرح قدیم زمانے کے جاہلی طریقے اس تعریف میں آتے ہیں۔

حدیث: حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ کو سب سے زیادہ ناپسندیدہ شخص وہ ہے جو اسلام میں جاہلیت کے طریقے کا متلاشی ہو اور ناحق کسی کا خون بہانے کا طالب ہو۔ یہ حدیث بخاری میں بھی معمولی الفاظ کے ردوبدل کے ساتھ آئی ہے۔(بحوالہ ابن کثیر)

بارہواں رکوع: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى۔۔۔(مائدہ۔51)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

دوستی اور محبت کے اصول، دشمنان اسلام سے دوستی اور موالات نہ رکھو، دین کی توہین اور مذاق اڑانے والوں کو دوست نہ بناؤ، ظالموں کو عموماً ہدایت نصیب نہیں ہوتی(انّ اللہ لا یھدی القوم الظالمین)، اخلاص کے بغیر کئے گئے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں(حبطت اعمالھم)، فتنہ ارتداد: جو دین سے پھرتا ہے اپنا ہی نقصان کرتا ہے، اللہ کے محبوب لوگوں کی صفات(یحبھم و

یحبونہ)، اہل ایمان کی خاص صفت:ولا یخافون لومۃ لائم، اللہ کے دوصفاتی نام:واسع، علیم، تمہارا ولی اور رفیق خاص کون؟(اللہ ولیکم اللہ ورسولہ۔۔)، اللہ کی جماعت یعنی اللہ والوں کی نشاندہی(فانّ حزب اللہ ھم الغالبون)۔

دوستی اور محبت کا معیار اور اصول

دشمنان اسلام سے دوستی اور موالات نہ رکھو

دین کی توہین اور مذاق اڑانے والوں کو دوست نہ بناؤ

بلاشبہ اسلام کی تعلیمات یہی ہیں کہ مسلمانوں کو غیر مسلموں سے دوستی، تعلق رکھنے کی اصولی اجازت ہے۔اس میں شبہ نہیں کہ اسلام غیر مسلموں کے ساتھ عدل وانصاف، ہمدردی وخیر خواہی، بھلائی، احسان اور رواداری کے معاملہ میں اپنی مثال نہیں رکھتا، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم اپنے مذہبی اصول وعقائد دوستی اور محبت پر قربان کر دیں۔جب بھی مذہبی رواداری کی بات ہوگی تو وہ اسلامی عقائد پر سمجھوتہ کئے بغیر ہوگی،لکم دینکم ولی دین، لنا اعمالنا ولکم اعمالکم کے اصول پر ہوگی۔ اسلام جس طرح غیر مسلموں کے ساتھ رواداری اور حسن سلوک کی تعلیم میں نہایت سخی اور فیاض ہے، اسی طرح وہ اپنے نظریات وعقائد کی حفاظت میں بھی محتاط ہے،وہ غیر مسلموں کے ساتھ ہمدردی خیر خواہی اور انتہائی رواداری کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو اسلامی شعائر کی حفاظت کی بھی تلقین کرتا ہے۔وہ عبادات اور اخلاق ومعاشرت کو بھی دوسروں سے ممتاز رکھتے ہوئے اسلامی تہذیب وکلچر کو برقرار بھی رکھنا چاہتا ہے۔دوستی اور محبت کا یہ بھی مطلب نہیں کہ ایک مسلمان دوستی کو بچانے کیلئے اپنا دین، اپنا مذہب، اپنی اقدار دوسروں کو تحفہ میں پیش کر دے۔ایسی گہری دوستی اور اخلاط ہو کہ اسلام کے امتیازی نشانات ہی گڈمڈ ہو جائیں۔ایسی دوستی اور محبت کی اسلام میں اجازت نہیں۔اگر کوئی دوست آپ کو آپ کا دین بدلنے یا اس پر عمل کرنے سے روک رہا ہے تو وہ آپ کا دوست نہیں۔دوستی کی آڑ میں اس کے مقاصد کچھ اور ہیں۔

یہی نکتہ ان آیات کے اندر بیان کیا جا رہا ہے۔

البتہ برے دوستوں سے بالکل قطع تعلقی اور رابطہ چھوڑ دینا بھی ٹھیک نہیں۔دعوت دین کی نیت کے ساتھ علیک سلیک برقرار رکھی جائے۔اور حکمت کے ساتھ ان کی اصلاح کی کوشش جاری رکھی جائے۔

دشمنان اسلام سے دلی دوستی، محبت کی ممانعت

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآىِٕرَةٌ ۭ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰي مَآ اَسَرُّوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ۔ (مائدہ۔52)

تم دیکھتے ہو کہ جن کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے وہ اُنہی میں دوڑ دھوپ کرتے پھرتے ہیں کہتے ہیں کہ ہمیں ڈر ہے کہ ہم پر زمانے کی گردش نہ آجائے سو قریب ہے کہ اللہ جلدی فتح ظاہر فرمادے یا کوئی اور حکم اپنے ہاں سے ظاہر کرے پھر یہ اپنے دل کی چھپی ہوئی بات پر شرمندہ ہوں گے۔

Friendship and loyalty with enemies

You see those with sickness in their hearts racing for their guardianship, saying ˹in justification˺, "We fear a turn of fortune will strike us." But perhaps Allah will bring about ˹your˺ victory or another favour by His command, and they will regret what they have hidden in their hearts. (5:52)

ان آیات میں ان منافقین کا ذکر ہو رہا ہے جو دشمنان اسلام سے دلی محبت اور دوستی کا ہاتھ بڑھانے میں سرگرم تھے۔ یہ بات اہم ہے کہ یہ ہدایات اس وقت دی گئیں جب عرب میں کفر اور اسلام کی کشمکش کا فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ اگرچہ اسلام ایک طاقت بن چکا تھا لیکن مقابل کی طاقتیں بھی زبردست تھیں۔ اسلام کی فتح کا جیسا امکان تھا ویسے ہی دشمنان اسلام کی فتح کا بھی تھا۔ اس لیے مسلمانوں میں جو لوگ منافق تھے وہ امت مسلمہ میں رہتے ہوئے اس وقت کے دشمنان اسلام کے ساتھ بھی ربط وضبط رکھنا چاہتے تھے تاکہ یہ کشمکش اگر اسلام کی شکست پر ختم ہو تو ان کے لیے کوئی نہ کوئی جائے پناہ محفوظ رہے۔ اس پس منظر میں دوستی اور دشمنی کے حوالے سے یہ مخصوص ہدایات دی گئیں۔ دوستی اور دشمنی کے حوالے سے سورۃ مائدہ کی ان آیات کو قرآن مجید کی دوسری آیات کے تناظر میں دیکھنا چاہیئے۔

(اس موضوع پر مزید تشریح کیلئے دیکھئے تذکیر بالقرآن پارہ 28 سورۃ ممتحنہ، آیت 8)

اخلاص کے بغیر کئے گئے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ۭ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ۔ (مائدہ۔53)

اور ایماندار لوگ (تعجب سے) کہیں گے کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جو بڑے مبالغہ سے اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ ان کے سب اعمال ضائع ہو گئے اور آخر کار یہ ناکام و نامراد ہو کر رہے۔

The believers will ask, "Are these the ones who swore solemn oaths by Allah that they were with you?" Their deeds have been in vain, so they have become losers. (5:53)

یعنی جو کچھ ان منافقین نے اسلام کی پیروی میں کیا، نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، زکوٰۃ دی، جہاد میں شریک ہوئے، قوانین اسلام کی اطاعت کی، یہ سب کچھ اس بنا پر ضائع ہو گیا کہ ان کے دلوں میں اسلام کے لیے خلوص نہیں تھا۔

فتنہ ارتداد: جو دین سے پھرتا ہے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَأْتِى اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡيُجَاهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔ (مائدہ-54)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھرتا ہے (تو پھر جائے) اللہ اور بہت سے لوگ ایسے پیدا کر دے گا جو اللہ کو محبوب ہوں گے اور اللہ اُن کو محبوب ہو گا، جو مومنوں پر نرم اور کفار پر سخت ہوں گے، جو اللہ کی راہ میں جدوجہد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے یہ اللہ کا فضل ہے، جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اللہ وسیع ذرائع کا مالک ہے اور سب کچھ جانتا ہے۔

O You who have believed! Whoever among you abandons their faith, Allah will replace them with others who love Him and are loved by Him. They will be humble with the believers but stern towards the unbelievers, struggling in the Way of Allah; fearing no blame from anyone. This is the favour of Allah. He grants it to whoever He wills. And Allah is All-Bountiful, All-Knowing. (5:54)

مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ: اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے مطابق فتنہ ارتداد کا ذکر فرمایا، جس کا واقعہ نبی کریمؐ کی وفات کے فوراً بعد ہوا۔ اس فتنہ مرتد کے خاتمے کا شرف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے رفقاء کو حاصل ہوا۔

فَسَوْفَ يَأْتِی اللهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ-

مرتدین کے مقابلے میں جس قوم کو اللہ تعالیٰ چنے گا ان کی چار نمایاں صفات بیان کی جارہی ہیں:

اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِيْلِ اللهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ-

یعنی اللہ کے پسندیدہ لوگوں کی یہ چار صفات ہیں:

1- اللہ سے محبت کرنا اور اس کا محبوب ہونا۔

2- اہل ایمان کے لئے نرم اور دشمنان اسلام پر سخت ہونا۔

3- اللہ کی راہ میں جدوجہد کرنا۔

4- اللہ کے بارے میں کسی کی ملامت سے نہ ڈرنا۔

وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ: یہ اہل ایمان کی چوتھی صفت ہے جو اس آیت میں بیان کی گئی کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرماں داری میں انہیں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ ہو گی۔ یعنی اللہ کے دین کی پیروی کرنے میں، اس کے احکام پر عمل درآمد کرنے میں، اور اس دین کی رو سے جو کچھ حق ہے اسے حق اور جو کچھ باطل ہے اسے باطل کہنے میں انہیں کوئی باک اور کسی ملامت کا خوف نہ ہو گا۔ کسی کی مخالفت، کسی کی طعن و تشنیع، کسی کے اعتراض اور کسی کی پھبتیوں اور آوازوں کی وہ پروا نہ کریں گے۔ اگر کسی معاملے میں عام رائے اسلام کی مخالفت پر مبنی ہو اور اسلام کے طریقے پر چلنے کے معنی اپنے آپ کو دنیا بھر میں اجنبی بنالینے کے ہوں تب بھی وہ اسی راہ پر چلیں گے جسے وہ سچے دل سے حق جانتے ہیں۔

اس لحاظ سے یہ بڑی اہم صفت ہے۔ معاشرے میں جن برائیوں کا چلن عام ہو جائے ان کے خلاف نیکی پر استقامت اور اللہ کے حکموں کی اطاعت اس صفت کے بغیر ممکن نہیں۔ ورنہ کتنے ہی لوگ ہیں جو برائی، معصیت الٰہی اور معاشرتی خرابیوں سے اپنا دامن بچانا چاہتے ہیں لیکن ملامت گروں کا مقابلہ کرنے کی ہمت اپنے اندر نہیں پاتے۔ اسی لئے آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن کو مذکورہ صفات حاصل ہو جائیں تو یہ اللہ کا ان پر خاص فضل ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان تمام صفات اور خوبیوں کا مظہر اتم تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا و آخرت کی سعادتوں سے مشرف فرمایا اور دنیا میں ہی اپنی رضامندی کی سند سے نواز دیا۔

تمہارا ولی اور رفیق کون؟

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ۔ (مائدہ۔55)

اے ایمان والو! تمہارا رفیق اللہ ہے، اس کا رسول ہے اور وہ صاحبانِ ایمان ہیں جو نماز پڑھتے ہیں، زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ (اللہ کے حضور عاجزی سے) جھکنے والے ہیں۔

Your Guardian

Your guardian (real helper) is Allah; and His messenger and those who have faith, who establish Prayer and pay Zakat and bow down (to Allah) with humility.

اللہ کی جماعت کی نشاندہی

وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ۔ (مائدہ۔56)

اور جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر اور اہلِ ایمان سے دوستی کرے گا تو (وہ اللہ کی جماعت میں داخل ہوگا اور) اللہ کی جماعت ہی غلبہ پانے والی ہے۔

People under Allah's Guardianship

As to those who turn (for friendship) to Allah, His Messenger, and the (fellowship of) believers, - it is the fellowship of Allah that must certainly triumph. (5:56)

یہ حزب اللہ (اللہ کی جماعت) کی نشاندہی اور اس کی برتری کا ذکر ہو رہا ہے۔ حزب اللہ وہ ہے جس کا تعلق، دوستی، خیر خواہی، اللہ، رسول اور اہلِ ایمان سے ہو۔ جیسا کہ سورہ مجادلہ کے آخر میں فرمایا گیا ہے کہ "تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والوں کو ایسا نہیں پاؤ گے کہ وہ ایسے لوگوں سے محبت رکھیں جو اللہ، رسول کے دشمن ہوں، چاہے وہ ان کے اقارب یا ان کے خاندان اور قبیلے کے لوگ ہوں، پھر خوشخبری دی گئی کہ یہ وہ لوگ ہیں، جن کے دلوں میں ایمان ہے اور جنہیں اللہ کی مدد حاصل ہے، انہیں ہی اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائے گا۔۔ اور یہی حزب اللہ ہے جو بالآخر کامیاب و کامران ہوگی۔

تیرہواں رکوع: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا۔۔۔ (مائدہ۔57)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

دین کی توہین کرنے والوں سے دوستی نہ رکھو، اسلامی شعائر کا مذاق اڑانے والے، دین کو کھیل، تماشہ نہ بناؤ(لاتتخذو الذین اتخذو دینکم هزواً و لعباً)، اذان کا مذاق اڑانے والے(واذا نادیتم الی الصلوٰۃ اتّخذوھا هزواً و لعباً)، اہل کتاب کے اعتراضات کی وجوہات، منافقین کے ایمان کی حیثیت، گناہوں میں متحرک لوگ(یسارعون فی الاثم) گناہوں کی عادت بنانے والے،، نیکیوں میں متحرک لوگ(یسارعون فی الخیرات)، نیکیوں کی عادت بنانے والے، فسق وفجور پر علماء کی خاموشی بہت بڑی غفلت ہے(لولاینھاھم الربانیون والاحبار عن قولھم الاثم و اکلھم السحت)، اللہ وسعت اور کشادگی عطا کرنے والاہے(بل یدٰہ مبسوطتٰن ینفق کیف یشاء)، اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا(واللہ لایحب المفسدین)، اقامت دین کی برکات(لاکلو من فوقھم ومن تحت ارجلھم)۔

دین کی توہین کرنے والوں سے دوستی نہ رکھو

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ (مائدہ۔57)

اے اہل ایمان! تمہارے پیش رو اہل کتاب میں سے اور منکرین میں سے جن لوگوں نے بھی تمہارے دین کو ہنسی، مذاق(توہین کا ذریعہ) بنا رکھا ہے انہیں اپنا دوست نہ بناؤ اور سچے ایماندار رہو تو اللہ سے ڈرتے رہو۔

O You who have believed! Do not take for your allies those who make mockery and fun of your faith, be they those given the Book before you or other unbelievers. And be mindful of Allah if you are ˹truly˺ believers. (5:57)

یہاں پھر تاکید کی گئی ہے کہ دین کو کھیل، مذاق بنانے والے اور اس کی توہین کرنے والے چونکہ اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہیں اس لئے ان کے ساتھ اہل ایمان کی محبت اور دوستی نہیں ہونی چاہئے۔

اسلامی شعائر کا مذاق اڑانے والے

اذان کا مذاق اڑانے والے

وَ اِذَا نَادَیْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ۔ (مائدہ۔58)

اور جب تم لوگ نماز کے لیے اذان دیتے ہو تو یہ اس کا بھی مذاق اڑاتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ یہ (دین کی) سمجھ نہیں رکھتے۔

Skeptical about Islamic practices

When you call to prayer, they mock it in amusement. This is because they are a people without understanding. (5:58)

شان نزول: فتح مکہ والے دن حضور اکرم ﷺ نے حضرت بلال کو کعبۃ اللہ میں اذان کہنے کا حکم دیا۔ قریب ہی ابوسفیان بن حرب، عتاب بن اسید، حارث بن ہشام بیٹھے ہوئے تھے، عتاب نے تو اذان سن کر کہا میرے باپ پر تو اللہ کا فضل ہوا کہ وہ اس غصہ دلانے والی آواز کے سننے سے پہلے ہی دنیا سے چل بسا (نعوذ باللہ)۔ حارث کہنے لگا اگر میں اسے سچا جانتا تو مان ہی نہ لیتا۔ ابو سفیان نے کہا بھئی میں تو کچھ بھی زبان سے نہیں نکالتا، ڈر ہے کہ کہیں یہ کنکریاں اسے خبر نہ کر دیں۔ انہوں نے یہ باتیں ختم کی ہی تھیں کہ حضورؐ آ گئے اور فرمانے لگے اس وقت تم نے یہ یہ باتیں کیں ہیں، یہ سنتے ہی عتاب اور حارث تو بول پڑے کہ ہماری گواہی ہے کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں، یہاں تو کوئی چوتھا تھا ہی نہیں، ورنہ گمان کر سکتے تھے کہ اس نے جا کر آپ سے کہہ دیا ہو گا۔ (سیرت ابن اسحاقؒ بحوالہ ابن کثیرؒ)

حدیث میں آتا ہے کہ جب شیطان اذان کی آواز سنتا ہے تو دور چلا جاتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ کی کبریائی اسے پسند نہیں۔ جب تکبیر ختم ہوتی ہے تو پھر آ کر نمازیوں کے دلوں میں وسوسے پیدا کرتا ہے۔ شیطان کی طرح شیطان کے پیروکاروں کو بھی اذان کی آواز اچھی نہیں لگتی، اس لئے وہ اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔

اس آیت سے یہ نکتہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حدیث رسولؐ بھی قرآن کی طرح دین کا ماخذ اور اسی طرح حجت ہے۔ کیونکہ قرآن نے نماز کے لئے ندا یعنی اذان کا تو ذکر کیا ہے لیکن یہ ندا یا اذان کس طرح دی جائے گی؟ اس کے الفاظ کیا ہوں گے؟ یہ قرآن کریم میں کہیں نہیں ہے۔ یہ چیزیں حدیث سے ثابت ہیں، جو اس کی حجیت اور ماخذ دین ہونے پر دلیل ہیں۔ حدیث کے ماخذ دین اور حجت شرعیہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح قرآن سے ثابت ہونے والے احکام و فرائض پر عمل کرنا ضروری ہے اسی طرح حدیث رسول ﷺ سے ثابت شدہ احکام کا ماننا اور ان پر عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ صحیح حدیث چاہے متواتر ہو یا آحاد، قولی ہو، فعلی ہو یا تقریری یہ سب قابل عمل ہیں۔ حدیث کا خبر واحد کی بنیاد پر یا قرآن سے زائد ہونے کی بنیاد پر یا آئمہ کے قیاس و اجتہاد کی بنیاد پر یا راوی کی عدم فقاہت کے دعویٰ کی بنیاد پر یا عقلی استحالے کی بنیاد پر یا اسی قسم کے دیگر دعوؤں کی بنیاد پر رد کر دینا صحیح نہیں ہے۔ یہ سب حدیث سے اعراض کی مختلف صورتیں ہیں۔ البتہ حدیث کی روایت

اور درایت پر محدثین اصول حدیث کی روشنی میں تبصرہ فرماسکتے ہیں کہ آیا یہ حدیث صحیح ہے ضعیف ہے، شاذ ہے یا موضوع ہے۔

اہل کتاب کے اعتراض کی وجہ

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ۔ (مائدہ۔59)

(اے پیغمبرؐ) آپ فرمادیجئے کہ اے اہلِ کتاب! کیا تم ہم سے صرف اس بات پر ناراض ہو کہ ہم اللہ اور اس نے جو کچھ ہماری طرف یا ہم سے پہلے نازل کیا ہے ان سب پر ایمان رکھتے ہیں اور اور بیشک تمہارے اکثر لوگ نافرمان ہیں۔

Reason of Criticism

Say: "O people of the Scripture! Do you criticize us for no other reason than that we believe in Allah, and in (the revelation) which has been sent down to us and in that which has been sent down before (us), and that most of you are disobedient (to Allah)]. (5:59)

اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ جو اہل کتاب تمہارے دین کا مذاق اڑاتے ہیں، ان سے کہو کہ تم نے جو عداوت ہم سے کر رکھی ہے، اس کی کوئی وجہ اس کے سوا نہیں کہ ہم اللہ پر اور اس کی تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ (اے اہل کتاب!) تم ہم سے یوں ہی ناراض ہو جب کہ ہمارا قصور اس کے سوا کوئی نہیں کہ ہم اللہ پر اور قرآن کریم اور اس سے قبل اتاری گئی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

منافقین کے ایمان کی حیثیت

وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ۔ (مائدہ۔61)

جب یہ (منافقین) تم لوگوں کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے، حالانکہ کفر لیے ہوئے آئے تھے اور کفر ہی لیے ہوئے واپس گئے اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ یہ دلوں میں چھپائے ہوئے ہیں۔

The reality of hypocrites

And when they come to you, they say, "We believe." But they have entered with disbelief [in their hearts], and they have certainly left with it. And Allah is most knowing of what they were concealing. (5:61)

یہ منافقین کا ذکر ہے جو نبیؐ کی خدمت میں کفر کے ساتھ ہی آتے ہیں اور اسی کفر کے ساتھ واپس چلے جاتے ہیں۔ آپؐ کی صحبت اور آپ کے وعظ و نصیحت کا کوئی اثر ان پر نہیں ہوتا۔ کیونکہ دل میں تو کفر چھپا ہوتا ہے۔ اور رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضری سے مقصد ہدایت کا حصول نہیں، بلکہ دھوکہ اور فریب دینا ہوتا ہے، تو پھر ایسی حاضری سے فائدہ بھی کیا ہو سکتا ہے؟

گناہوں میں متحرک لوگ

وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۭلَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ (مائدہ۔62)

آپ دیکھیں گے کہ ان میں سے اکثر گناہ کے کاموں کی طرف اور ظلم و زیادتی کی طرف اور مال حرام کھانے کی طرف لپک رہے ہیں، جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ نہایت برے کام ہیں۔

Active in Sins and aggression

And you see many of them hastening into sin and aggression and consumption of forbidden gain (as Bribe, Interest). Evil indeed are their actions! (5:62)

يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ: وہ بلا دھڑک گناہوں میں مشغول ہیں یعنی گناہوں کے کرنے میں ان کو ذرا ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہوتی۔

اس سے معلوم ہوا کہ نیک عمل ہو یا بد جب کوئی انسان اس کو بکثرت کرتا ہے تو رفتہ رفتہ وہ ایک ملکہ راسخہ اور عادت بن جاتی ہے۔ پھر اس کے کرنے میں اس کو کوئی مشقت اور تکلیف باقی نہیں رہتی۔ اس کیفیت کو ظاہر کرنے کے لئے ارشاد فرمایا:

يُسَارِعُوْنَ فِي الْاِثْمِ۔اسی طرح اچھی خصلتوں میں مداومت اور جلدی نیک لوگوں کی صفت ہے جس کیلئے یسارعون فی الخیرات کے الفاظ استعمال فرمائے۔

فسق وفجور پر علماء کی خاموشی

لَوْلَا يَنْهٰهُمُ الرَّبَّانِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ۔(مائدہ۔63)

بھلا ان کے مشائخ اور علماء انہیں گناہ کی باتوں اور حرام کھانے سے منع کیوں نہیں کرتے؟ بلاشبہ وہ بھی (برائی کے خلاف آواز بلند نہ کرکے) برا کرتے ہیں۔

Duty of Scholars: Don't be quiet against evil!

Why do their scholars and jurists not forbid them from saying what is sinful and consuming what is unlawful? Evil indeed is their inaction! (5:64)

یہ علماء ومشائخ دین اور عباد وزہاد پر تنقید ہے کہ عوام کی اکثریت تمہارے سامنے بدکاری اور حرام خوری کا ارتکاب کرتی ہے لیکن تم انہیں منع نہیں کرتے ایسے حالات میں تمہاری یہ خاموشی بہت بڑا جرم ہے۔

حدیث: حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: جب بنی اسرائیل نے برائیوں کا ارتکاب شروع کیا تو انکے علماء نے انہیں منع کیا۔وہ گناہوں سے نہ رکے تو ان علماء نے بھی ان معصیت پیشہ لوگوں کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا اور انکے ساتھ کھانا پینا شروع کر دیا۔اللہ نے سب کو باہم ملا دیا (یعنی ان کے علماء کو بھی گناہگاروں میں شمار کیا گیا)۔(مسند احمد)

جب بھی کوئی معاشرہ اخلاقی اعتبار سے ٹوٹ پھوٹ اور فساد کا شکار ہوتا ہے تو اس کی ایک بڑی علامت یہ ہوتی ہے کہ اس میں قانون کے نگران قانون شکنی کی حوصلہ افزائی کرنا شروع کر دیتے ہیں۔معاشرے کے اخلاقی رہنما یعنی آئمہ دین اور علماء ومشائخ جب معاشرے کی بداخلاقیوں، خرابیوں، فساد اور ظلم پر سکوت کرتے ہیں یا تجاہل عارفانہ سے کام لیتے ہیں تو اس معاشرے کو تباہ ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔بنی اسرائیل کا کیا جرم تھا یہی نہ کہ: كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ۔ کہ اُنہوں نے ایک دوسرے کو برے کاموں سے روکنا چھوڑ دیا تھا۔(مائدہ۔79)۔اس سے واضح ہوتا ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی کتنی اہمیت ہے اور اس کے ترک پر کتنی سخت وعید (سزا) بیان کی گئی ہے۔

ایک صحت مند معاشرے کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اس میں اچھائی کا فروغ اور برائی سے نفرت فطری طور پر موجود ہوتی ہے۔اس میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جن کا مشن نیکی کا پھیلاؤ اور برائی کی روک تھا ہوتا ہے۔اس معاشرے کے عوام کے اندر بھی ایسے عناصر غالب ہوتے ہیں جو معاشرے کی نیک اور مثبت سرگرمیوں کا خیر مقدم کرتے ہیں جس کے نتیجے میں معاشرے میں ایسی مثبت روایات جڑ پکڑ لیتی ہیں وہاں بدی پروان نہیں چڑھ سکتی۔

اللہ وسعت اور کشادگی عطا کرنے والا ہے

بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ۔۔۔ (مائدہ۔64)

اللہ کے ہاتھ تو کشادہ ہیں، عطا فرماتا ہے جیسے چاہے۔۔۔

Allah is open-handed, gives freely as He pleases.

یہ وہی بات ہے جو سورۃ آل عمران کی آیت 181 میں کہی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب اپنی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب اور اسے اللہ کو قرض حسن دینے سے تعبیر کیا تو کچھ لوگوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو فقیر ہے، لوگوں سے قرض مانگ رہا ہے (نعوذ باللہ)۔وہ تعبیر کے اس حسن کو نہ سمجھ سکے جو اس میں پنہاں تھا۔

اس آیت کے اندر فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں وہ مغلولہ یعنی وہ بندھے ہاتھوں والا نہیں ہے بلکہ وہ تو وسعت والا اور سخاوت والا ہے، وہ واسع الفضل اور جزیل العطاء ہے، تمام خزانے اسی کے پاس ہیں۔نیز اس نے اپنی مخلوقات کے لیے تمام حاجات و ضروریات کا انتظام کیا ہوا ہے، ہمیں رات یا دن کو، سفر میں اور حضر میں اور دیگر تمام احوال میں جن جن چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے یا پڑ سکتی ہے، سب وہی مہیا کرتا ہے۔وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۭ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۭ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ۔تم نے جو کچھ اس سے مانگا وہ اس نے تمہیں دیا۔اللہ کی نعمتیں اتنی ہیں کہ تم گن نہیں سکتے انسان ہی نادان اور نہایت ناشکرا ہے۔ (ابراہیم:14)

حدیث: حدیث میں بھی ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا دایاں ہاتھ بھرا ہوا ہے، رات دن خرچ کرتا ہے لیکن کوئی کمی نہیں آتی، ذرا دیکھو تو، جب سے آسمان و زمین اس نے پیدا کئے ہیں وہ خرچ کر رہا ہے لیکن اس کے ہاتھ کے خزانے میں کمی نہیں آئی۔

اقامت دین کی برکات

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَ كَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ۔ (مائدہ۔66)

کاش انہوں نے توراۃ اور انجیل اور اُن دوسری کتابوں کو قائم کیا ہوتا جو ان کے رب کی طرف سے ان کے پاس بھیجی گئی تھیں تو (انہیں مالی وسائل کی اس قدر وسعت عطا ہو جاتی کہ) وہ اپنے اوپر سے بھی اور اپنے نیچے سے بھی رزق کھاتے (مگر رزق ختم نہ ہوتا)۔ ان میں سے ایک گروہ میانہ رَو (یعنی اعتدال پسند ہے)، اور ان میں سے اکثر لوگ برے اعمال انجام دے رہے ہیں۔

Blessings of implementing Divine Guidance

And had they observed the Torah, the Gospel, and what has been revealed to them from their Lord, they would have been overwhelmed with provisions from above and below. Some among them are upright, yet many do nothing but sins. (5:66)

In the Old Testament, Leviticus (chapter 26) and Deuteronomy (chapter 28) record a sermon of Moses in which he impresses upon Israel, in great detail, the bounties and blessings of God with which they would be endowed if they obeyed His commandments, and the afflictions, scourges and devastations that would descend upon them if they disobeyed Him and rejected the Book of God. That sermon of Moses is the best explanation of this verse of the Qur'an.

بائبل کی کتاب احبار (باب 26) اور استثناء (باب 28) میں حضرت موسیٰؑ کی ایک تقریر نقل کی گئی ہے جس میں انہوں نے بنی اسرائیل کو بڑی تفصیل کے ساتھ بتایا ہے کہ اگر تم احکام الٰہی کی پیروی کرو گے تو کس کس طرح اللہ کی رحمتوں اور برکتوں سے نوازے جاؤ گے، اور اگر کتاب اللہ کو پس پشت ڈال کر نافرمانیاں کرو گے تو کس طرح بلائیں اور مصیبتیں، پریشانیاں اور تباہیاں ہر طرف سے تم پر ہجوم کریں گی۔ حضرت موسیٰؑ کی وہ تقریر قرآن کے اس مختصر فقرے کی بہترین تفسیر ہے۔

چودھواں رکوع: يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ۔۔۔ (مائدہ-67)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

فریضہ دعوت وتبلیغ کی اہمیت، اللہ کا پیغام انسانیت تک پہنچاؤ(بلّغ ما انزل الیک من ربک)، اللہ نے اپنے نبیؐ کی حفاظت فرمائی(واللہ یعصمک من النّاس)، آپؐ کے خلاف سازشیں، کفرو سرکشی میں اضافہ، ہر امّت کے سچے ایماندار اللہ کے ہاں ضرور اجر پائیں گے، خود ساختہ معبود بنانا گناہ عظیم ہے، معبود حقیقی ایک ہی ہے یعنی اللہ ربّ العالمین، توبہ اور استغفار(افلا یتوبون الی اللہ ویستغفرونہ)، عیسیٰؑ صرف اللہ کے رسول تھے، نفع ونقصان کی مالک ہستی: اللہ ربّ العالمین، دین میں غلو اور انتہا پسندی سے بچو، مذہبی انتہاپسندی، عقیدت کا غلو، اعمال کا غلو، دینی گفتگو میں مبالغہ آرائی(لا تغلوفی دینکم غیر الحق)۔ گمراہ کن لوگوں کی پیروی نہ کرو۔

فریضہ دعوت وتبلیغ کی اہمیت

اللہ کا پیغام انسانیت تک پہنچاؤ

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭوَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ۭوَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ۔ (مائدہ-67)

اے رسولؐ! جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر (دینی احکامات) اتارے گئے وہ لوگوں تک پہنچادو اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو گویا اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور اللہ آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا کہ اللہ منکروں کو ہدایت نہیں دیتا۔۔المائدۃ-67

O Messenger! Convey everything revealed to you from your Lord. If you do not, then you have not conveyed His message. Allah will ˹certainly˺ safeguard you from the people. Indeed, Allah does not guide the people who disbelieve. (5:67)

اللہ ربّ العالمین اپنے پیارے حبیب ﷺ کو خطاب کرکے فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکام لوگوں تک پہنچادو۔ حضورؐ نے بھی ایسا ہی کیا۔

حدیث: حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے صحابہ کے ایک لاکھ سے زیادہ کے مجمع میں فرمایا تھا کہ: تم میرے بارے میں کیا کہو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہم گواہی دیں گے کہ آپؐ نے اللہ کا پیغام پہنچایا اور اس کے پہنچانے کا حق ادا کردیا۔ اس پر

آپؐ نے آسمان کی طرف انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اللّٰھُمّ فَاشْھَدُ ۔۔۔یعنی اے اللہ! میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا، تم گواہ رہو۔ (مسلم۔ کتاب الحج)

حدیث: مسند احمد میں یہ بھی ہے کہ آپ نے اس خطبے میں پوچھا کہ لوگو یہ کونسا دن ہے؟ سب نے کہا حرمت والا، پوچھا یہ کونسا شہر ہے، جواب دیا، حرمت والا۔ فرمایا یہ کونسا مہینہ ہے؟ جواب ملا، حرمت والا، فرمایا پس تمہارے مال اور خون و آبرو آپس میں ایک دوسرے پر ایسی ہی حرمت والے ہیں جیسے اس دن کی اس شہر میں اور اس مہینے میں حرمت ہے۔ پھر اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا اے اللہ! کیا میں نے پہنچا دیا؟ پھر حضور ﷺ نے فرمایا: فلیبلغ الشاھد الغائب۔ دیکھو ہر حاضر شخص غیر حاضر کو یہ پیغام (دین) پہنچا دے۔

غائبین میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو اس وقت دنیا میں موجود تھے، مگر مجمع میں حاضر نہ تھے۔ اور وہ لوگ بھی داخل ہیں جو ابھی پیدا نہیں ہوئے، ان کو پیغام پہنچانے کا طریقہ دعوت و تبلیغ تھا جس کو حضرات صحابہؓ و تابعینؒ نے پوری کوشش سے انجام دیا۔ اور یہ فریضہ دعوت دین امت مسلمہ پر انفرادی اور اجتماعی دونوں صورتوں پر حسب استطاعت اور حکمت کے ساتھ ہر دور میں اور ہر جگہ فرض قرار دیا گیا۔

اسی کا یہ اثر تھا کہ عام حالات میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے رسول کریم ﷺ کے ارشادات و کلمات کو اللہ کی ایک بھاری امانت کی طرح محسوس فرمایا، اور مقدور بھر اس کی کوشش کی کہ آپ ﷺ کی زبان مبارک سے سنا ہوا کوئی جملہ ایسا نہ رہ جائے جو امت کو نہ پہنچے۔ اگر کسی خاص سبب یا مجبوری سے کسی نے کسی خاص حدیث کو لوگوں سے بیان نہیں کیا تو اپنی موت سے پہلے دو چار آدمیوں کو ضرور سنا دیا، تاکہ وہ اس امانت سے سبکدوش ہو جائیں۔ صحیح بخاری میں حضرت معاذؓ کی ایک حدیث اپنی موت کے وقت بیان فرمائی، تاکہ اس امانت کے نہ پہنچانے کی وجہ سے گنہگار نہ ہو جائیں۔

اس حکم بَلّغْ کے اندر فریضہ دعوت و تبلیغ ادا کرنے والوں کیلئے ہدایت ہے کہ حق کی دعوت کو حکمت کے ساتھ صاف اور دو ٹوک انداز میں پیش کر دیں۔ حکمت کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی کتمان حق شروع کر دے۔ مبلغین کی ذمہ داری دعوت کا ابلاغ ہے۔ البتہ کسی سے منوانا ان کی ذمہ داری نہیں۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ: حضور ﷺ کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر بھی فرمائی اور دنیاوی اسباب کے تحت بھی فرمائی۔ اس حفاظت کی ایک مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے چچا ابو طالب کے دل میں آپؐ کی محبت اور احترام ڈال دیا جس کے نتیجے میں وہ آپؐ کی حفاظت کرتے رہے۔ ابو طالب کا ایمان قبول نہ کرنا بھی شاید انہی اسباب کا ایک

حصہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر وہ مسلمان ہو جاتے تو شاید سرداران قریش کے دل میں ان کی عظمت و شان نہ رہتی جو ان کے ہم مذہب ہونے کی صورت میں آخر وقت تک رہی۔ ان کے انتقال کے بعد اللہ تعالیٰ نے مدینہ کے انصار کے دلوں میں حضورؐ کی محبت پیدا کر دی اور آپ انہیں کے ہاں چلے گئے۔ اب تو دشمنان اسلام بڑے بڑے سازوسامان لشکر لے کر چڑھ دوڑے، لیکن بار بار کی ناکامیوں نے ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ اسی طرح آپؐ کو نقصان پہنچانے کی اور بھی خفیہ سازشیں ہوتی رہیں، قدرت نے وہ بھی انہی پر الٹ دیں۔ ہجرت سے پہلے آپؐ کے قتل کی سازش کی گئی تو آپؐ نے اپنے بستر پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سلا دیا جس سے دشمن کا وار ناکام ہوا۔ ادھر وہ جادو کرتے ہیں، ادھر سورۃ معوذ تین نازل ہوتی ہے اور ان کا جادو اتر جاتا ہے۔ ادھر وہ بکری کے شانے میں زہر ملا کر حضورؐ کی دعوت کر کے آپ کے سامنے رکھتے ہیں، ادھر اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کو ان کی دھوکہ دہی سے آگاہ فرما دیتا ہے اور یہ ہاتھ ملتے رہ جاتے ہیں۔ ابن جریر میں ہے کہ ایک سفر میں آپ ایک درخت تلے دوپہر کے وقت قیولہ کر رہے تھے تو ایک اعرابی اچانک آ نکلا، آپ کی تلوار جو اسی درخت میں لٹک رہی تھی، اتار لی اور میان سے باہر نکال لی اور آپ سے کہنے لگا، اب بتا کون ہے جو تجھے بچا لے؟ آپؐ نے فرمایا کہ میرا اللہ مجھے بچائے گا، اسی وقت اس اعرابی کا ہاتھ کانپنے لگتا ہے اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر جاتی ہے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ آپؐ کی حفاظت کے اور بھی کئی واقعات سیرت کی کتابوں میں ملتے ہیں۔

آیت کے آخری حصّہ کا مفہوم یہ ہے کہ آپؐ کے ذمہ صرف تبلیغ ہے۔ حساب کا لینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ منکروں اور ناشکروں کو ہدایت نہیں دیتا۔

کفر و سرکشی میں اضافہ

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ (مائدہ۔68)

آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب! تم دراصل کسی چیز پر نہیں جب تک کہ تورات و انجیل کو اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اتارا گیا قائم نہ کرو، اور ضرور ہے کہ یہ فرمان جو تم پر نازل ہوا ہے ان میں سے اکثر کی سرکشی اور انکار کو اور زیادہ بڑھائے گا مگر انکار کرنے والاوں کے حال پر کچھ افسوس نہ کرو۔

Say: O People of the Scripture! You have nothing to stand on unless you observe the Torah, the Gospel, and what has

been revealed to you from your Lord. And your Lord's revelation to you ˹O Prophet˺ will only cause many of them to increase in wickedness and disbelief. So do not grieve for the people who disbelieve. (5:68)

توراۃ اور انجیل کو قائم کرنے سے مراد راست بازی کے ساتھ ان کی پیروی کرنا اور انہیں اپنا دستورزندگی بنانا ہے۔ پس حقیقت یہ ہے کہ اگر نبی اکرم ﷺ کے دور کے اہل کتاب اسی تعلیم پر قائم رہتے جو ان کی آسمانی کتابوں (تورات، انجیل) میں اللہ اور پیغمبروں کی طرف سے منقول ہے تو یقیناً نبی اکرمؐ کی بعثت کے وقت وہ ایک حق پرست اور راست رو گروہ پائے جاتے اور انہیں قرآن کے اندر وہی روشنی نظر آتی جو پچھلی کتابوں میں پائی جاتی تھی۔ اس صورت میں ان کے لیے نبی اکرمؐ کی پیروی اختیار کرنے میں تبدیل مذہب کا سرے سے کوئی سوال پیدا ہی نہ ہوتا بلکہ وہ اسی راستہ کے تسلسل میں، جس پر وہ پہلے سے چلے آرہے تھے، آپ کے متبع بن کر آگے چل سکتے تھے۔

یہ ہدایت اور گمراہی اس اصول کے مطابق ہے جو سنت اللہ رہی ہے جو کبھی تبدیل نہیں ہوتی۔ یعنی جس طرح بعض اعمال و اشیاء سے اہل ایمان کے ایمان و تصدیق، عمل صالح اور علم نافع میں اضافہ ہوتا ہے، اسی طرح معاصی اور سرکشی سے کفر و طغیان میں زیادتی ہوتی ہے۔ اس مضمون کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد جگہ بیان فرمایا: اور ہم قرآن کے ذریعے سے وہ چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کے حق میں اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے۔ (القرآن)

ہر امت کے سچے ایماندار اللہ کے ہاں ضرور اجر پائیں گے

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصَّابِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ (مائدہ۔69)

بے شک جو مسلمان ہیں اور جو یہودی ہیں اور صابئی اور نصاریٰ ہیں۔ ان میں سے جو کوئی بھی اللہ اور قیامت پر ایمان لایا اور نیک کام کیے تو ان پر کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (مائدہ۔69)

Indeed, the believers, Jews, Sabians and Christians—whoever ˹truly˺ believes in Allah and the Last Day and does good, there will be no fear for them, nor will they grieve. (5:69)

اس آیت کا ایک مفہوم یہ بیان کیا گیا کہ جس نے بھی اپنے اپنے دور کے نبی کی سچی فرمانبرداری کی، اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا وہ آخرت میں اللہ کے ہاں اجر پائے گا۔ یہ وہی مضمون ہے جو سورۃ بقرہ کی آیت 62 میں بیان ہوا ہے۔اس آیت کی مزید تشریح سورۃ بقرہ آیت 62 کے تحت گذر چکی ہے۔

خود ساختہ معبود بنانا گناہ عظیم ہے

معبود حقیقی تو ایک ہی ہے

وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ۔۔ (مائدہ۔73)

توبہ اور استغفار

اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ (مائدہ۔74)

یہ لوگ اللہ کی بارگاہ میں توبہ اور استغفار کیوں نہیں کرتے جب کہ اللہ بہت بخشنے والا اور مہربان ہے۔

Repentance and Seeking forgiveness!

Will they not turn to Allah in repentance and seek His forgiveness? And Allah is All-Forgiving, Most Merciful. (5:74)

عیسیٰؑ صرف اللہ کے رسول تھے

مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۖ كَانَا يَأْكُلٰنِ الطَّعَامَ ۗ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ۔ (مائدہ۔75)

مسیح ابن مریمؑ اللہ کے رسول کے سوا کچھ نہیں یقیناً ان سے پہلے اور بھی رسول گزر چکے ہیں اور ان کی والدہ ایک راست باز عورت تھی۔ وہ دونوں (انسان تھے اور) کھانا کھاتے تھے۔ (اے پیغمبرؐ) دیکھئے ہم ان (کی رہنمائی) کے لئے کس طرح آیتوں کو وضاحت سے بیان کرتے ہیں پھر دیکھئے کہ (اس کے باوجود) وہ کس طرح (حق سے) پھرے جا رہے ہیں۔

The reality and nature of Jesus

The Messiah, son of Mary, was no more than a messenger. ˹Many˺ messengers had ˹come and˺ gone before him. His mother was a woman of truth. They both ate food. See how We make the signs clear to them yet see how they are deluded ˹from the truth˺! (5:75)

The nature of the Messiah is clear from the indications given in this Verse; he was merely a human being. He was born from the womb of a woman, who had a known genealogy. Both the Mother and the Son possessed a physical body and were subject to all the limitations of a human being. They had all the attributes characteristic of human beings. They slept, ate, felt the discomfort of heat and cold etc. How could any reasonable person believe that such a being was either God or a partner or associate of God.

ان چند لفظوں میں عیسیٰ علیہ اسلام سے متعلق **عقیدہ الوہیت** کی ایسی صاف تردید کی گئی ہے کہ اس سے زیادہ جامعیت ممکن نہیں ہے۔ مسیح کے بارے میں اگر کوئی یہ معلوم کرنا چاہے کہ فی الحقیقت وہ کیا تھا تو اس آیت میں بیان کردہ علامات سے معلوم کر سکتا ہے کہ وہ **محض ایک انسان** تھے۔ ظاہر ہے کہ جو ایک **عورت کے پیٹ** سے پیدا ہوا، جس کا **شجرہ نسب** تک موجود ہے، جو **انسانی جسم** رکھتا تھا، جو ان تمام حدود سے محدود اور ان تمام قیود سے مقید اور ان تمام صفات سے متصف تھا جو انسان کے لیے مخصوص ہیں، جو سوتا تھا، کھاتا تھا، گرمی اور سردی محسوس کرتا تھا، حتّٰی کہ جسے شیطان کے ذریعہ سے آزمائش میں بھی ڈالا گیا، اس کے متعلق کون معقول انسان یہ تصور کر سکتا ہے کہ وہ **خود خدا** ہے یا خدائی میں **خدا کا شریک** ہے۔

نفع و نقصان کی مالک ہستی: صرف اللہ ربّ العالمین

قُلْ اَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۔ (مائدہ-76)

آپ کہہ دیجئے کہ تم اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہارے کسی نقصان کے مالک ہیں نہ کسی نفع کے۔ اللہ ہی خوب سننے اور پوری طرح جاننے والا ہے

Allah: The real Listener and Helper

Say, ˹O Prophet,˺ “How can you worship besides Allah those who can neither harm nor benefit you? And Allah ˹alone˺ is the All-Hearing, All-Knowing.” (5:76)

اس آیت میں یہ وضاحت کی جارہی ہے کہ سمیع و علیم ذات صرف اللہ ربّ العالمین کی ہے۔ حاجت روا، مشکل کشا بھی صرف وہی ہے۔

دین میں غلو اور انتہا پسندی سے بچو

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ۔ (مائدہ۔77)

کہو، اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو نہ کرو اور اُن لوگوں کے تخیلات کی پیروی نہ کرو جو تم سے پہلے خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا، اور اور سیدھی راہ سے دور ہو گئے۔

Don’t exceed limits in religious practices!

Say, “O People of the Book! Do not go to extremes in your faith beyond the truth, nor follow the vain desires of those who went astray before ˹you˺. They misled many and strayed from the Right Way.” (5:77)

غلو اور مذہبی انتہا پسندی ہر دور میں گمراہی کا سب سے بڑا ذریعہ رہی ہے۔ انسان کو جس سے عقیدت اور محبت ہوتی ہے، وہ اس کی شان میں خوب مبالغہ کرتا ہے۔ اپنے روحانی مرشد اور مذہبی پیشواء کو حد سے زیادہ مقام و مرتبہ عطا کرنا اور ہر جائز ناجائز حکم پر سر اطاعت خم کرنا عقیدت کا غلو ہے۔ بد قسمتی سے مسلمان بھی اس غلو سے محفوظ نہیں رہ سکے۔ انہوں نے بعض نیک ہستیوں کی شان میں غلو کیا جس سے شرک اور گمراہی کے راستے کھلے۔ اعمال میں غلو اس کے علاوہ ہے۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اتباعِ دین میں حد سے تجاوز نہ کرو اور جو پابندیاں اللہ نے نہیں لگائیں وہ خود بخود اپنے اوپر لاگو نہ کرو۔ جن کی تعظیم کا حکم دیا گیا ہے، اس میں مبالغہ کر کے انہیں مقام الوہیت پر فائز مت کرو۔

چھٹے پارے کا آخری رکوع: لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ۔۔۔ (مائدہ۔78)

رکوع کے تفسیری موضوعات:

اللہ کی رحمت سے دوری کے اسباب: ذٰلک بما عصوّا وکانو یعتدون۔ عصیان، فرائض وواجبات کا ترک، محرمات کا ارتکاب، دین میں غلو، مبالغہ آرائی اور انتہاپسندی، بدعات، ظلم وزیادتی، سرکشی، نافرمانی۔ فریضہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے غفلت: کانو لا یتناھون عن منکر فعلوہ۔۔ انہوں نے ایک دوسرے کو برے کاموں سے روکنا چھوڑ دیا تھا، فریضہ دعوت وتبلیغ سے غفلت سوسائٹی کو بے دین کر دیتا ہے، بعض مذاہب کے لوگوں کی اسلام دشمنی اور بعض کی اسلام دوستی کا ذکر، بعض اہل کتاب کی حق پرستی کی تعریف، نجاشی کے بارے میں آیات، مدینہ میں عیسائی وفد کی آمد، نبی اکرمؐ کی زبانی قرآن سنا، رقت طاری، دل نرم، ندامت کے آنسو، قرآن میں دوسرے مذاہب کے اچھے لوگوں کی تعریف۔

اللہ کی رحمت سے دوری کے اسباب: دین میں غلو، سرکشی اور نافرمانی

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ۔ (مائدہ۔78)

بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی اُن پر داوٗدؑ اور عیسیٰ ابن مریمؑ کی زبان سے لعنت کی گئی کیونکہ وہ سرکش ہوگئے تھے اور زیادتیاں کرنے لگے تھے۔

Deprivation from Allah's mercy

Those Children of Israel who defied [God] were rejected through the words of David, and Jesus, son of Mary, because they disobeyed, they persistently overstepped the limits. (5:78)

اس آیت میں اللہ کی رحمت سے دوری کے اسباب بیان کئے گئے ہیں:

1۔ عصیان: یعنی واجبات کا ترک اور محرمات کا ارتکاب کر کے انہوں نے اللہ کی نافرمانی کی۔

2۔ دین میں غلو اور انتہاپسندی۔

3۔ اس کے علاوہ انہوں نے بدعات ایجاد کر کے بھی حد سے تجاوز کیا۔

4۔ ظلم وزیادتی

5۔ سرکشی

حدیث: حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے عام لوگوں کو عذاب نہیں کرتا لیکن اس وقت کہ برائیاں ان میں پھیل جائیں اور وہ باوجود قدرت کے انکار نہ کریں، اس وقت عام خاص سب کو اللہ تعالیٰ عذاب میں گھیر لیتا ہے۔(مسند احمد)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

آخری رکوع میں پچھلی قوموں کی گمراہی اور اللہ کی رحمت سے دوری کا ایک سبب یہ بتایا گیا کہ گناہ ہوتے رہتے تھے مگر روکنے والا (نھی عن المنکر کرنے والا) کوئی نہیں ہوتا تھا۔

ہر قوم کا بگاڑ ابتدا میں چند افراد سے شروع ہوتا ہے۔ اگر قوم کا اجتماعی ضمیر زندہ ہوتا ہے تو رائے عام ان بگڑے ہوئے افراد کو دبائے رکھتی ہے اور قوم بحیثیت مجموعی بگڑنے نہیں پاتی۔ لیکن اگر قوم ان افراد کے معاملہ میں تساہل شروع کر دیتی ہے اور غلط کار لوگوں کو ملامت کرنے کے بجائے انہیں سوسائیٹی میں غلط کاری کے لیے آزاد چھوڑ دیتی ہے، تو پھر رفتہ رفتہ وہی خرابی جو پہلے چند افراد تک محدود تھی، پوری قوم میں پھیل کر رہتی ہے۔ یہی چیز تھی جو آخر کار بنی اسرائیل کے بگاڑ کی موجب ہوئی:

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ۔ (مائدہ۔79)

اُنہوں نے ایک دوسرے کو برے کاموں سے روکنا چھوڑ دیا تھا، برا طرز عمل تھا جو اُنہوں نے اختیار کیا۔

They did not forbid one another from doing evil.

اس آیت کا مدعا یہ ہے کہ فریضہ دعوت و تبلیغ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے غفلت سوسائٹی کو بے دین کر دیتا ہے۔

بعض مفسرین نے اسی ترک امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو عصیان اور اعتدا یعنی حد سے بڑھنا بھی قرار دیا ہے جو لعنت اللہ یعنی اللہ کی رحمت سے دوری کا سبب بھی بنا۔ بہر حال برائی کو دیکھتے ہوئے برائی سے نہ روکنا، بہت بڑا گناہ اور لعنت و غضب الٰہی کا سبب ہے۔ حدیث میں بھی اس جرم پر بڑی سخت وعیدیں بیان فرمائی گئی ہیں۔

حدیث: ایک حدیث میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: سب سے پہلا گناہ جو بنی اسرائیل میں داخل ہوا یہ تھا کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو برائی کرتے ہوئے دیکھتا تو کہتا، اللہ سے ڈر اور یہ برائی چھوڑ دے، یہ تیرے لیے جائز نہیں۔ لیکن دوسرے روز پھر اسی کے ساتھ اسے کھانے پینے اور اٹھنے بیٹھنے میں کوئی عار یا شرم محسوس نہ ہوتی، (یعنی اس کا ہم نوالہ، ہم پیالہ و ہم نشین

بن جاتا)۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان آپس میں عداوت ڈال دی اور وہ لعنت الٰہی کے مستحق قرار پائے (یعنی رحمت الٰہی سے دور کر دیئے گئے۔) پھر فرمایا کہ اللہ کی قسم! تم ضرور لوگوں کو نیکی کا حکم دیا کرو اور برائی سے روکا کرو، ظالم کا ہاتھ پکڑ لیا کرو، ورنہ تمہارا بھی یہی حال ہو گا۔

حدیث: ایک دوسری روایت میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضے کے ترک پر یہ وعید سنائی گئی ہے کہ تم عذاب الٰہی کے مستحق بن جاؤ گے پھر تم اللہ سے دعائیں بھی مانگو گے تو قبول نہیں ہوں گی۔ (مسند احمد)

حدیث: عدی ابن عمیرہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: اللہ خاص گناہگاروں کی وجہ سے عام لوگوں کو عذاب میں مبتلا نہیں کرتا۔ ہاں جب وہ اپنے درمیان برائی کو دیکھیں اور وہ اس کے خلاف احتجاج کر سکتے ہوں مگر نہ کریں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو اللہ خاص مجرموں کی وجہ سے عام لوگوں کو بھی مبتلائے عذاب کرتے ہیں۔ (مسند احمد)

نجاشی کے بارے میں آیات

بعض اہل کتاب کی حق پرستی

وَلَتَجِدَنَّ اَ قْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ۔ (مائدہ۔82)

اور ایمان لانے والوں کے لیے دوستی میں قریب تر اُن لوگوں کو پاؤ گے جنھوں نے کہا تھا کہ ہم نصاریٰ ہیں یہ اِس وجہ سے کہ ان میں عبادت گزار عالم اور تارک الدنیا عابد پائے جاتے ہیں اور اُن میں غرور نفس نہیں ہے۔

...and you will find the nearest of them in affection to the believers those who say, we are *Nasara* (Christians). That is because among them are priests and monks and because they are not arrogant. (5:82)

یہ آیت اور اس کے بعد کی چار آیتیں نجاشی اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں اتری ہیں۔ جب ان کے سامنے حبشہ کے ملک میں حضرت جعفر بن ابو طالب نے قرآن کریم پڑھا تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ آیتیں اس عیسائی وفد کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جسے نجاشی نے حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا تھا کہ وہ آپ سے ملیں، حاضر خدمت ہو کر آپ کے حالات وصفات دیکھیں اور آپ کا کلام سنیں۔ جب یہ آئے، آپؐ سے ملے اور آپ کی زبان مبارک سے قرآن کریم سنا تو ان کے دل نرم ہو گئے، ندامت کے آنسو بہائے اور اسلام قبول کیا اور واپس جا کر نجاشی سے سارا حال بیان کیا تو وہ بھی اسلام قبول کرنے پر رضامند ہو گیا۔ روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ نجاشی نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ دوسری صحیح روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ نجاشی فوت ہوئے تو حضورؐ نے صحابہ کرام کو ان کے انتقال کی خبر دی اور ان کی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی۔

رُهْبَانٌ سے مراد نیک، عبادت گزار اور گوشہ نشین لوگ جن کو عموماً ہم عابد و زاہد کہتے ہیں۔

قِسِّيْسِيْنَ سے مراد علماء و خطباء ہیں۔ مراد یہ ہے کہ ان اہل کتاب نصاریٰ میں علم و تواضع ہے، ان میں جمود و استکبار نہیں ہے۔ علاوہ ازیں عیسیٰؑ کی مشہور تعلیمات میں میں نرمی اور عفو و درگزر کی تعلیم کو امتیازی حیثیت حاصل ہے۔ ان آیات میں اصل اشارہ حبشہ کے مشہور بادشاہ نجاشی کی اسلام دوستی اور مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کی طرف ہے جس کا ذکر سیرت اور تاریخ کی تقریباً تمام کتابوں میں ملتا ہے۔

قرآن میں ایک اور جگہ ارشاد ہے: وَجَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّرَحْمَةً۔ یعنی ہم نے حضرت عیسیٰؑ کے (سچّے) فرمانبرداروں میں نرمی اور رحم دلی ڈال دی ہے۔ (سورہ حدید۔27)

امام ابن جریرؒ کا قول ان سب اقوال سے جامع ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ آیتیں ان تمام (غیر مسلم) لوگوں کے بارے میں ہیں جن میں یہ اوصاف ہوں (مثلاً اسلام دوستی، مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی، نرمی، رحمت) خواہ وہ حبشہ کے ہوں یا کہیں کے۔ (بحوالہ ابن کثیرؒ)

اس نکتہ یعنی دوسرے مذاہب کے اچھے لوگوں کی تعریف اگلے پارے کے شروع میں بھی بیان کی گئی ہے۔

خلاصہ قرآن پر اپنی قیمتی تجاویز، آراء اور تبصروں سے ضرور آگاہ فرمائیں

For Feedback, Comments and Suggestions Please Contact:

Mobile: +44 785 3099 327

Email: hafizmsajjad@gmail.com